کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے ؟ (القرآن)

قرآن کا پیغام بچوں کے نام

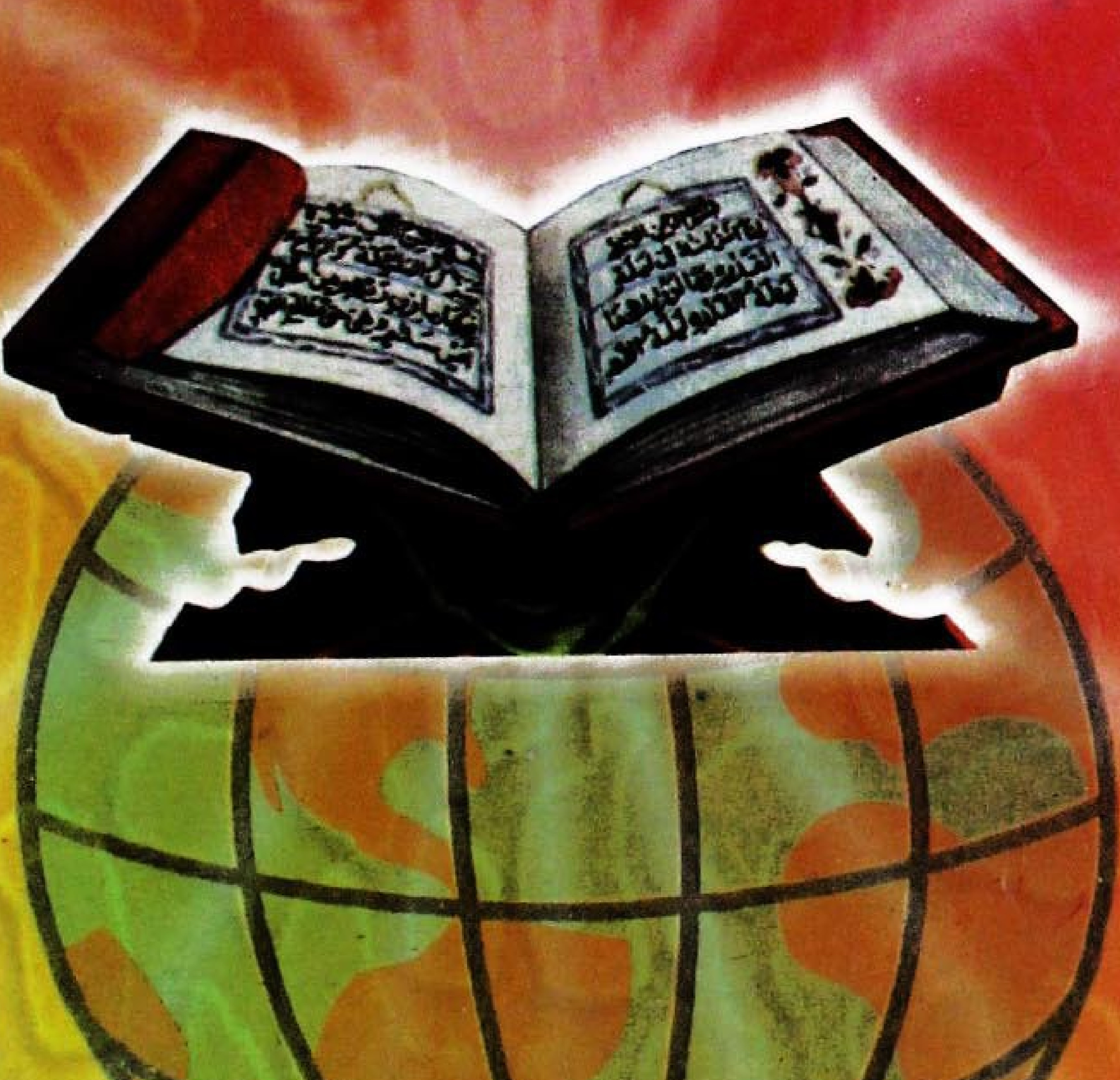

محمد علی فارق

Q
297.
19 ق
635

تبہ اخوت

Marfat.com

Marfat.com

قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون

سورۃ الزمر آیت نمبر 9

کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے ⑨

قرآن کا پیغام
بچوں کے نام

ترتیب و تدوین

محمد علی فارق

مکتبہ اخوت اُردو بازار، لاہور

Marfat.com

۲۹۷٫۱۰۷
ج ۱۹ ق
۴۳۵۲۱

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : قرآن کا پیغام، بچوں کے نام

ترتیب وتدوین : محمد علی فارق

ناشر : مکتبہ اخوت نزد حسن مارکیٹ (مچھلی منڈی، بوہڑ) نیو اردو بازار لاہور

فون موبائل 0333-4298184

بحسن اہتمام : ادارہ دعوۃ الفرقان لاہور

مطبع : نیر اسد پرنٹرز، لاہور

کمپوزنگ : رشید احمد صدیقی

قیمت : 50 روپے (لائبریری ایڈیشن 60 روپے)

ملنے کے پتے

لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار

مکتبہ قاسمیہ، کتب خانہ خورشیدیہ

مشتاق بک کارنر، نعمانی کتب خانہ

مکتبہ اصحاب الحدیث، مکتبہ تعمیر انسانیت، الفیصل،

ادارہ اسلامیات انارکلی

فیصل آباد

مکتبہ دار ارقم امین پور بازار

مکتبہ اسلامیہ، اقراء بک سنٹر

راولپنڈی

کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار

حیدر آباد

مکتبہ بیت القرآن

کراچی

البلال بک سنٹر اردو بازار

نفیس اکیڈمی، دارالاشاعت

عباسی کتب خانہ جونا مارکیٹ

اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن

اقبال بک ہاؤس صدر

شان رحمٰن بک سنٹر صدر

مظہر بک سٹال صدر

Marfat.com

فہرست

تقدیم	5
قرآن سمجھ کر پڑھنا	13
قرآن سمجھنے کے بعد	14
قرآن کی فریاد	19
علم	20
قوت وفضیلتِ علم	23
سچ اور جھوٹ	24
وعدہ پورا کرنا	28
میٹھی بات	32
وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی	35
تکبر	36
آپس کا اتفاق	40
رشک اور حسد	43
احسان	46
عفو	50
ضد	54
بہادری اور بزدلی	58
ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک	62

Marfat.com

ثابت قدمی	66
وقت کی پابندی	70
ہمدردی	73
چیونٹے سے نصیحت	76
دوستی	77
لالچ	80
کوشش	83
محنت کی برکات	86
بخل	87
فضول خرچی	90
تندرستی کا خیال رکھنا	93
جانوروں کو ستانا	97
چغلی	100
انسانی عظمت	104
یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا	107
عقل ودانائی کی ترغیب	108
احترامِ انسان	110
جہالت کے شعلے کو خاموش کردو	112

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

کسی بھی معاشرہ کی ترقی، خوشحالی اور روشن مستقبل کا انحصار اس کے بچوں کی تعلیم و تربیت سے وابستہ ہوتا ہے جس معاشرے میں بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لیے مناسب ماحول نہ ہو، ان کی ذہنی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے والی کتابیں نہ ہوں، ان کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے والے ادارے نہ ہوں اس معاشرے کا مستقبل روشن نہیں ہوسکتا۔

حیوان اور انسان میں کیا فرق ہے اس کے بارے میں آپ نے کئی اقوال پڑھے یا سنے ہوں گے۔ لیکن اگر آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ "قدرت کے بے شمار عجائبات میں سے ایک نہایت عجیب چیز انسان کے خیالات بھی ہیں، آپ دیکھتے ہیں کہ ایک قسم کی مخلوق ایک ہی سا خیال رکھتی ہے، جانوروں کی حرکات اور ان کے کام جو جاندار ہونے کے سبب سے ہیں اس کا کچھ ہی نام رکھو مگر وہ وہی چیز ہے جس کو انسانی حالت میں خیال کہتے ہیں۔ بلاشبہ اتنا فرق ان کے خیالات میں پایا جاتا ہے کہ جانور میں خیالات محدود اور انسان میں لامحدود ہیں۔ مگر تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ ایک قسم کے جانوروں میں ایک ہی سے خیالات ہیں اور ان پر سب وہ ایک ہی سا یقین کامل رکھتے ہیں تو تمام انسان بھی باوجودیکہ ایک قسم کے جاندار ہیں ایک سے خیالات اور ایک ہی سا یقین کیوں نہیں رکھتے"؟ یہ ہے وہ سوال جسے مرحوم سرسید نے اپنے ایک مضمون میں اٹھایا ہے جس کا عنوان ہے "علم"

پھر اس کا جواب تلاش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''کبھی یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جانوروں کے خیالات محدود ہونے کے سبب متفق ہیں اور انسان کے خیالات میں لامحدود ہونے کے سبب یہ صفت نہیں ہے مگر یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی، اس لیے کہ لامحدود ہونے کے لیے مختلف ہونا ضروری نہیں ہے...... اس لیے ہم اپنے اس مضمون میں ایک انسان کے خیالات بیان کرتے ہیں جن کو وہ اس طرح پر کہتا ہے:

''مجھ کو خیال آیا کہ جس قدر اور جانوروں کو کرنا ہے اتنا ہی مجھ کو بھی کرنا ہے یا اس سے زیادہ کرنا ہے مگر میرے خیال میں یہ آیا کہ انسان کے سوا تمام جاندار مخلوقات کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان کے بنانے والے کاریگر نے سب کچھ ان کے ساتھ بنا دی ہیں۔ ان کو ان چیزوں کے بہم پہنچانے یا پیدا کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ تمام جانداروں کی خوراک بغیر ان کی سعی و تدبیر کے پیدا ہوتی ہے۔ سرد ملک کے جانوروں کے لیے نہایت عمدہ پشمینہ کا گرم لباس ان کے بدنوں پر پیدا کیا ہے۔ پرند جانوروں کے لیے مینہ سے بچنے کا بارانی کوٹ ان کے بدنوں پر سیا ہے۔ گرم ملک کے جانوروں کے لیے اسی آب و ہوا کے مناسب ان کا لباس بنایا ہے۔ مگر انسان کے لیے کچھ نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہ سب کچھ خود کرنا ہے۔

پھر میں نے خیال کیا کہ حیوان اپنے کاموں کے کرنے کے لیے کسی سے کچھ سیکھنے یا تعلیم پانے کے محتاج نہیں ہوتے۔ خود سیکھے سکھائے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو رس چوسنے کے لیے عمدہ قسم کے ماخذوں کی شناخت کوئی نہیں بتاتا اور اپنے گھروں کو ایسی عمدہ تقسیم سے نکالنا جس میں ایک بڑا انجینئر بھی حیران ہو جائے کوئی نہیں پڑھاتا۔ مگر انسان کو بغیر سیکھے کچھ بھی نہیں آتا۔

پھر میں نے خیال کیا کہ حیوان کے کام، خواہ ہے اعضاء سے ہوں یا دوسری

Marfat.com

قسم سے اور خواہ وہ از خود ان کو آئے ہوں یا تعلیم سے، نہایت محدود ہیں۔ مگر انسان کے ہر قسم کے کام لامحدود ہیں۔ ان سب باتوں سے میں نے خیال کیا کہ انسان کو اور جانوروں سے بہت کچھ زیادہ کرنا ہے۔

پھر میں نے خیال کیا کہ ایسے بڑے کاریگر نے جو انسان کو اور جانوروں سے بھی زیادہ درندہ بنایا ہے اور طرح طرح کی مشکلات میں ڈالا ہے تو کیا چیز اس کو دی ہے جس سے وہ یہ سب چیزیں کر سکتا ہے اور تمام مشکلوں پر فتح پا سکتا ہے؟ اتنے میں میرا دل بول اٹھا کہ ''عقل''

میں یہ بات سن کر سوچ میں پڑ گیا کہ کیا یہ بات سچ ہے مگر میں نے خیال کیا کہ عقل سے تو یہ کام نہیں نکل سکتا۔ نہ تو وہ خود یہ کام نکال سکتی ہے اور نہ اس کے بغیر یہ مشکل حل ہو سکتی ہے۔ یہ تو کسی دوسری چیز کے حاصل کرنے کو بطور آلہ کے ہے جیسے کہ سونا چاندی ہماری بھوک نہیں مٹا سکتا مگر اس چیز کو بہم پہنچا دیتا ہے جو ہماری بھوک مٹا دیتی ہے۔ بہت سی تلاش اور جستجو میں نے کی اور خیال دوڑایا کہ وہ کیا چیز ہے جس کے حاصل کرنے کے لیے عقل بھی صرف آلہ ہے تو خیال میں آیا کہ وہ چیز ''علم'' ہے جس کے معنی دانستن (جاننا) ہیں۔ تب میں سمجھا کہ مجھ کو اور جانوروں سے زیادہ جو کچھ کرنا ہے وہ صرف تمام باتوں کی اصلیت دریافت کرنا ہے۔''

وہ اپنے ایک دوسرے مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

''میں سمجھتا ہوں کہ انسان کی روح بغیر تعلیم کے چتکبرے سنگ مرمر کے پہاڑ کی مانند ہے کہ جب تک سنگ تراش اس میں ہاتھ نہیں لگاتا، اس کا دھندلا اور کھردرا پن دور نہیں کرتا، اس کو خراش تراش کر سڈول نہیں بناتا، اس کو پالش اور جلا سے آراستہ نہیں کرتا۔ اس وقت تک اس کے جوہر اسی میں چھپے رہتے ہیں اور اس کی خوش نمانسیں اور دلربا رنگتیں اور خوبصورت

Marfat.com

بیل بوٹے ظاہر نہیں ہوتے۔ یہی حال انسان کی روح کا ہے، انسان کا دل کیسا ہی نیک ہو مگر جب تک عمدہ تعلیم کا اثر اس پر نہیں ہوتا اس وقت تک ہر ایک نیکی اور ہر ایک قسم کے کمال کی خوبیاں جو اس میں چھپی ہوتی ہیں ظاہر نہیں ہوتیں۔"

نیک وعقل مند، بہادر اور نامور ایک گنوار آدمی کی سی صورت میں چھپے ہوتے ہیں مگر ان کی یہ تمام خوبیاں عمدہ تعلیم کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہیں۔" وہ اس مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں کہ:

مجھ کو اس بات کا رنج ہے کہ میں اپنی قوم میں ہزاروں نیکیاں دیکھتا ہوں پر ناشائستہ، ان میں نہایت دلیری اور جرات پاتا ہوں، پر خوفناک، ان میں نہایت قوی استقلال دیکھتا ہوں، پر بے ڈھنگا، ان کو نہایت دانا اور عقل مند پاتا ہوں پر اکثر مکر و فریب سے ملے ہوئے، ان میں صبر و قناعت بھی اعلیٰ درجے کی ہے مگر غیر مفید اور بے موقع، پس میرا دل جلتا ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر یہی ان کی عمدہ صفتیں عمدہ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو جائیں تو دین و دنیا دونوں کے لیے کیسی کچھ مفید ہوں۔"

"میری یہی خواہش ہے کہ اس قسم کی تحریرات سے نیکی کو ترقی دوں، گو میری یہ خواہش پوری نہ ہو مگر اس خیال سے تو بہت خوش ہوں کہ میں ہر پندرہ روز میں انسان کے دل کی درستی میں کچھ کچھ مدد کرتا رہتا ہوں۔"

(اس وقت سر سید کا جاری کردہ رسالہ "تہذیب الاخلاق" پندرہ روزہ شائع ہوتا تھا، یہ اشارہ اسی طرف ہے۔ فارق)

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۲ میں بتایا ہے کہ ہر انسانی بچہ کو اس نے سمیع اور بصیر بنایا ہے "یعنی اس کے اندر علم حاصل کرنے کی صلاحیتیں

Marfat.com

ودیعت کی ہیں جن کو کام میں لا کر وہ اشیائے کائنات میں قدرت کے پوشیدہ قوانین کو دریافت کرسکتا ہے اور اپنا حال اور مستقبل روشن بنا سکتا ہے اور بنی نوع انسان کی خدمت کرسکتا ہے لیکن اگر وہ ان قدرت کی بخشی ہوئی صلاحیتوں سے کام نہ لے سکے تو اس کی حیثیت جانوروں سے بھی گری ہوئی شمار ہوتی ہے۔

ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کی پیدائش سے قبل جس قسم کا معاشرتی ماحول اسے ملتا ہے اسی کے مطابق اس کی پرورش ہوتی ہے، اگر بچوں کو قدرت کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے مواقع میسر نہ ہوں تو ان کی حصول علم کی صلاحیتیں دب جاتی ہیں اور وہ جانوروں کی سطح پر زندگی بسر کرتے ہیں، اگر ان کی صلاحیتوں کو نشو ونما کے مواقع میسر آ جائیں تو پھر انہیں اپنے آپ کو اپنے اردگرد کو، اپنے حال اور مستقبل کو سنوارنے اور روشن بنانے کے سامان فراہم ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے تجربات اور علم کے اثاثہ کو آنے والی نسل کے لیے چھوڑ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ رحمٰن کی آیت نمبر ۳ اور ۴ میں بتایا ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا یعنی Expression کی صلاحیتیں ودیعت کیں۔ غور کریں یہاں نطق یعنی بولنا نہیں کہا، بلکہ بیان کہا ہے۔ جو کچھ انسان محسوس کرتا ہے، سوچتا ہے، نظریات رکھتا ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے وہ جو بھی طریقہ استعمال کرتا ہے اسے بیان کہتے ہیں، وہ تقریر سے بھی بیان کرسکتا ہے، تحریر سے بھی، تصویر سے بھی، اشارے سے بھی، ان طریقوں کے علاوہ بھی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں بیان کی، جو ابھی انسان دریافت کرے گا۔

جب کسی بچہ کو قدرت کی بخشی ہوئی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے کوئی مدرسہ، کوئی مکتب، کوئی سکول اور کوئی تعلیمی ادارہ میسر ہی نہ آئے، اسے قلم یا کمپیوٹر کے ذریعہ لکھنا نہ سکھایا جائے تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ بقول شاعر

Marfat.com

یہ انسان جو امیر بحر و بر ہے
قلم لے لو تو پل میں جانور ہے

زیر نظر کتاب میں بچوں کے لیے قرآنی ہدایات کی تشریح پیش کی گئی ہے۔ یہ تشریح جناب سید محمد جعفر شاہ پھلواروی کی تحریروں سے اخذ کی گئی ہے۔ اس کا بیشتر حصہ تو ان کی وہ تحریریں ہیں جو انہوں نے بچوں کے لیے قرآنی سبق کے عنوان سے تحریر کی تھیں باقی ان کی مختلف مقامات پر بکھری ہوئی تحریروں کو ایک خاص ترتیب سے جمع کیا گیا ہے، آیاتِ قرآنی کے حوالہ جات دے دیے گئے ہیں۔ کتاب میں پیش کیے گئے اصلاحی اشعار مسدس حالی سے لیے گئے ہیں۔ ایک نظم جناب ماہر القادری مرحوم کی ہے جس کا عنوان ہے ''قرآن کی فریاد''

تقدیم میں مرحوم سرسید کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کی تحریروں کے اقتباسات بھی دیئے گئے ہیں اور بعض مقامات پر مشکل الفاظ کی جگہ آسان الفاظ لائے گئے ہیں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے کئی کتابیں اس وقت موجود ہیں لیکن زیر نظر کتاب ایک نئے انداز سے مرتب کی گئی ہے۔ اس میں قرآنی ہدایات کی تشریح آسان الفاظ میں بچوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید ہے اس کا مطالعہ طلبہ و طالبات اور عام قارئین کیلئے نہایت مفید ہوگا۔ اس کو سمجھ کر پڑھنے والے طلباء و طالبات فکر و کردار کے لحاظ سے بہتر شاگرد اور بہتر استاد بن سکتے ہیں بشرطیکہ بچوں کے والدین اور اساتذہ بھی ان کے معاون و مددگار بن جائیں۔

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر
اس کی صنعت ہے روح انسانی

Marfat.com

محترم قارئین اگر اس کتاب کو بچوں کی ذہنی نشو ونما کیلئے مفید پائیں اور اسے زیادہ سے زیادہ بچوں تک پہنچانے کے مقصد سے اتفاق کریں اور اپنی طرف سے شائع کروا کے بطور تحفہ ایسے طلباء و طالبات تک پہنچانا چاہیں جو اسے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو مکتبہء اخوت لاہور سے رابطہ کریں۔

مدار اب فقط علم پر ہے شرف کا
کہ باقی ہے ترکہ یہی اک سلف کا

محمد علی فارق

Marfat.com

قرآن سمجھ کر پڑھنا

تم ہر روز اپنے گھر اور اسکول میں بہتیرے آدمیوں سے بات چیت کرتے ہو۔ کسی کو کوئی حکم دیتے ہو کسی سے کچھ مانگتے ہو اور کسی سے یوں ہی دل بہلانے کی باتیں کرتے ہو۔

لیکن کبھی کسی سے کوئی بات تم نے ایسی بھی کی ہے جو تم خود نہ سمجھتے ہو۔ کہ کیا کہہ رہے ہو؟ کبھی اپنے استاد یا ماں باپ سے تم نے کوئی بات ایسی زبان میں بھی کی ہے جو تم خود نہ جانتے ہو؟

تم اس کا جواب یہی دو گے کہ ہم نے کسی سے کوئی بات ایسی نہیں کی جو ہم خود نہ سمجھتے ہوں۔

دنیا کا ہر انسان جب کسی سے بات کرتا ہے اور اپنا مطلب کسی پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو اپنی ہی زبان میں بولتا ہے یا کسی ایسی زبان میں بات کرتا ہے جسے جانتا اور سمجھتا ہو۔ کیونکہ جو شخص یہ جانتا ہی نہ ہو کہ کیا کہہ رہا ہے وہ اپنے دل کی بات کسی پر کس طرح ظاہر کرسکتا ہے؟

لیکن دیکھو جب ہم لوگ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوتے اور کچھ درخواست کرتے ہیں تو ہمیں یہ بالکل پتہ نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ہم ہر روز پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں اور کچھ رٹے ہوئے الفاظ دہرا دیتے ہیں لیکن ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ ہم نے کیا کہا۔

تم اس کی وجہ یہی بتاؤ گے کہ نماز ہم عربی زبان میں پڑھتے ہیں اور عربی زبان

ہم سمجھتے نہیں۔ بس اس کے رٹے ہوئے الفاظ ادا کر کے ثواب لے لیتے ہیں۔

مگر دیکھو تم اپنی مادری زبان کے ساتھ کئی دوسری زبانیں بھی سکول میں سیکھتے ہو۔ انگریزی بھی پڑھتے ہو اور فارسی بھی۔ اگر تمہیں خدا پاکستان سے باہر جانے کی توفیق دے تو فرانسیسی' اطالوی اور جرمن زبانیں بھی سیکھو گے تاکہ وہاں کے علم اور فن سے فائدہ اٹھا سکو۔ پھر سوچو کہ کیا تمہیں عربی زبان سیکھنے کا خود شوق نہ ہونا چاہیے؟

یہ ٹھیک ہے کہ عربی زبان سیکھنے میں تمہارا بہت سا وقت لگے گا لیکن اگر شوق اور محنت سے کام لو تو تھوڑے دنوں میں کم سے کم اتنی عربی تو سیکھ ہی لو گے کہ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف کو سمجھ لو اور ان لفظوں کا مطلب بھی سمجھ لو جو تم نماز میں ادا کرتے ہو۔

چلو جانے دو۔ اگر تمہارے پاس اتنا وقت نہیں کہ عربی زبان حاصل کرنے کے لیے اس کے مشکل قواعد سیکھو۔ جب بھی قرآن کو سمجھنے کے بہت سے آسان راستے موجود ہیں۔ دنیا کی سب مشہور زبانوں میں اس کا ترجمہ موجود ہے۔ اسی کو دیکھ کر تم قرآن کا مطلب سمجھ سکتے ہو۔

تم اپنے اسکول میں تاریخ۔ جغرافیہ' حساب' سائنس وغیرہ پڑھتے ہو گے۔ یہ سب کچھ تم اپنی زبان میں پڑھتے ہو۔ لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی پہلے اردو میں نہ تھی۔ ان علموں پر کتابیں یونانی زبان میں تھیں یا عربی میں یا انگریزی وغیرہ میں۔ اس کے بعد ان علموں کی کتابیں دوسری زبانوں سے ترجمہ ہو کر تمہاری زبان میں لکھی گئیں۔ اب ان ترجموں کو اپنی زبان میں سمجھ کر تم علم حاصل کرتے ہو۔

اسی طرح قرآن مجید کا ترجمہ پڑھ کر بھی اس کا تھوڑا بہت علم تم آسانی سے حاصل کر سکتے ہو۔ نماز کے ترجمے بھی ہر زبان میں موجود ہیں۔ ان کو سمجھ کر یاد کر لو۔

Marfat.com

تو نماز کو سمجھ کر پڑھنا تمہارے لیے مشکل نہ ہوگا۔

جب تم کوئی کتاب یا اخبار یا رسالہ پڑھتے ہو تو کوشش یہی کرتے ہو کہ اسے سمجھ کر پڑھو۔ کوئی آدمی کسی کتاب کو بے سمجھے نہیں پڑھتا۔ چاہے وہ اپنی زبان میں ہو یا کسی دوسری زبان میں لیکن کیسی حیرانی کی بات ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ ضروری کتاب یعنی قرآن مجید کو ہم بے سمجھے پڑھتے ہیں۔ خدا ہماری اس بے علمی اور نادانی پر ضرور ہنستا ہوگا کہ ہم نے تو یہ برکت والی کتاب اس لیے بھیجی تھی کہ لوگ اسے سمجھیں [1] مگر اس کے ماننے والے ایک دو دن نہیں بلکہ ہر روز اور ساری عمر اسے بے سمجھے پڑھتے رہتے ہیں۔

طوطے کو اگر کوئی اچھا سا شعر یاد کرا دو تو وہ یاد کر لے گا اور صبح سے شام تک اسی کو رٹتا رہے گا۔ لیکن وہ نہ اس کا مطلب سمجھے گا نہ اس کی قدر کرے گا۔

بالکل یہی حال ہم لوگوں کا ہے کہ نماز میں بھی اور تلاوت کے وقت بھی قرآن کریم کی آیتیں ساری عمر پڑھتے رہتے ہیں اور کچھ نہیں سمجھتے کہ ان کا مطلب کیا ہے اور اس میں ہمارے لیے کیا حکم ہے۔

پس اگر تم خدا کی ناراضی سے بچنا چاہتے ہو تو تمہارا کام یہ ہونا چاہیے کہ قرآن کو خوب اچھی طرح سمجھو۔

۱۔ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ط ''ہم نے قرآن کو عربی زبان میں اس لیے اتارا کہ تم سمجھو۔'' (سورۃ یوسف:۱۲: آیت۲)

Marfat.com

قرآن سمجھنے کے بعد

تم نے یہ تو سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اپنے بندوں کو اس لیے دیا ہے کہ وہ اسے سمجھ سمجھ کر پڑھیں' بے سمجھے نہ پڑھا کریں۔ اب یہ سنو کہ یہ سمجھنا کس لیے ہوتا ہے۔

فرض کرو تمہارے پاس تمہارے چچا جان کا تار آتا ہے کہ میں فلاں گاڑی سے آ رہا ہوں تم اسٹیشن پر موجود رہو۔

تم پہلے اس تار کا مضمون سمجھو گے، چاہے خود سمجھو یا کسی سے پوچھ کر سمجھو۔ اس کے بعد پھر کیا کرو گے؟ کیا تار بار بار پڑھنا شروع کر دو گے؟ یا سمجھنے کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہو گے؟

نہیں بلکہ تیاری کر کے گاڑی کے وقت اسٹیشن پر پہنچو گے۔ تا کہ آنے والے سے ملنے کو موجود رہو۔

اگر تم اسٹیشن نہ پہنچو اور کہو کہ تار کا مطلب تو ہم نے اچھی طرح سمجھ ہی لیا تھا۔ پھر اسٹیشن جانے کی کیا ضرورت تھی۔ تو لوگ تم پر ہنسیں گے اور کہیں گے کہ یہ اطلاع اس لیے تھوڑا ہی دی گئی تھی کہ تم صرف سمجھ لو اور آگے کچھ نہ کرو۔ اطلاع دینے کا مطلب تو یہی تھا کہ تم اسے سمجھ کر ٹھیک وقت پر اسٹیشن پہنچ جاؤ۔

اگر تم اسٹیشن پر پہنچے ہی نہیں تو تمہارا سمجھنا اور نہ سمجھنا برابر ہے کیونکہ کسی بات کو سمجھنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح سمجھو کہ قرآن کو پڑھ کر سمجھنا تو پہلی اور ضروری بات ہے لیکن یہ

Marfat.com

آخری بات نہیں۔ دوسری بات ہے اس پر عمل کرنا۔

چونکہ بے سمجھے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس لیے پہلے علم کی ضرورت ہے اور علم کے بعد عمل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ علم ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

قرآنِ مجید کو صرف سمجھنا ہی ہوتا تو عرب ملکوں کے رہنے والے یہودی اور عیسائی بھی مسلمان ہی کہلاتے کیونکہ وہ لوگ عربی ہی بولتے ہیں اور وہ قرآن کا مطلب ہم سے کچھ زیادہ ہی سمجھتے ہیں۔

تو اگر مسلمان بھی قرآن کو صرف سمجھ لے اور دوسرے مذہب کے لوگوں کی طرح اس کی بتائی ہوئی باتوں پر عمل نہ کرے تو بتاؤ دونوں میں فرق کیا ہوا؟ مسلمان بھی قرآن کو سمجھتا ہے اور وہ لوگ بھی سمجھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔ عمل نہ مسلمان کا قرآن کے مطابق' نہ دوسرے مذہب کے لوگوں کا تو اس طرح تو دونوں ایک ہی سے ہو گئے۔

اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن صرف سمجھنے کے لیے نہیں دیا بلکہ سمجھ کر اس پر عمل کرنے کو دیا ہے۔

اگر تم کو یہ بتا دیا جائے کہ ''گرمی کا علاج پنکھا ہے'' تو اس کا مطلب صاف ہے کہ گرمی لگے تو ہاتھ میں پنکھا لے کر جھلو۔ یا بجلی کا پنکھا ہو تو اسے کھول کر اس کے نیچے بیٹھ جاؤ۔

اب اگر کوئی شخص گرمی سے تنگ آ کر زبان سے پنکھا' پنکھا کہنا شروع کرے یا یہ کہے کہ گرمی کا علاج پنکھا ہے۔ گرمی کا علاج پنکھا ہے۔ بس یہی الفاظ زبان سے ہزاروں بار رٹے چلا جائے تو کیا یہ الفاظ رٹنے سے اس کے بدن میں ہوا لگنی شروع ہو جائے گی؟ اس طرح اس کی گرمی دور ہو جائے گی؟ نہیں۔

ٹھیک اسی طرح سمجھو کہ قرآنِ پاک کے لفظ یا آیتیں بار بار دہرانے سے کوئی

Marfat.com

خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ سمجھ سمجھ کر بھی بار بار صرف بولتے رہنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا جب تک کہ اس سمجھی ہوئی بات کو اپنی روزِ زندگی کا ضروری حصہ نہ بنالیا جائے۔

یہ قرآن کیا ہے؟

یہ کوئی جادو منتر کی کتاب نہیں بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ بتایا ہے کہ زندگی کس طرح گزارنی چاہیے۔ انسان کے خیال کیسے ہونے چاہئیں۔ نیت یا ارادہ کیا ہو۔ بات چیت کیسی ہو۔ عمل کیسا ہو۔ انسانوں کی برادری کے آپس میں تعلق کیسے ہوں۔ چھوٹوں' بڑوں اور برابر والوں کے ساتھ برتاؤ کس قسم کا ہو۔ کن کن باتوں پر عمل کیا جائے اور کن کن باتوں سے بچا جائے۔ غرض اسی قسم کی بہت سی ضروری باتیں ہیں جو قرآن میں بتائی گئی ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے زندگی اچھی اور ستھری ہوتی ہے اور ان کے خلاف چلنے سے زندگی خراب اور برباد ہوتی ہے۔

جب کوئی حکیم کسی مریض کو نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اس نسخے کو صرف سمجھ لے اور اس کو پڑھنا شروع کر دے۔ ایسا کرنے والا مریض تندرست نہیں ہوتا بلکہ اگر ایسا کرے گا تو لوگ اس پر ہنسیں گے۔

نسخہ لکھنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حکیم کی ہدایت کے مطابق وہ دوا منگوا کر یا بنوا کر استعمال کی جائے اور وہ جو پرہیز بتائے اس پر بھی عمل ہو۔

یہی صورت قرآنِ کریم کی بھی سمجھو۔ اللہ تعالیٰ نے روح اور اخلاق کے بیماروں کے لیے جو نسخہ تجویز فرمایا ہے اسی کا نام قرآنِ مجید ہے۔ یہ صرف اس لیے نہیں کہ اسے پڑھ کر اسے سمجھ لیا جائے۔ بلکہ اس لیے ہے کہ اسے سمجھ کر اپنی زندگی کو اسی کی ہدایتوں کے مطابق بنالیا جائے۔ پہلے علم پھر عمل۔

Marfat.com

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جُزدان حریر و ریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جیسے کسی طوطے مینا کو، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لیے، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں میں اٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو اک اک مجلس میں، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے محبت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں، مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

Marfat.com

علم

اگر تم نے اپنے شہر کا ریلوے اسٹیشن کبھی نہ دیکھا ہو اور تم سے کہا جائے کہ جاؤ وہاں کے اسٹیشن ماسٹر کو یہ خط دے آؤ۔ تو تمہارے لیے بڑی مشکل کا سامنا ہوگا۔

تم پہلے یہ پوچھو گے کہ یہاں سے کہاں جائیں؟ سواری کہاں سے لیں؟ کس نمبر کی بس پر سوار ہوں۔ جو اسٹیشن تک لے جاتی ہو؟ پھر اسٹیشن پر پہنچ کر پوچھو گے کہ اسٹیشن ماسٹر کا کون سا کمرہ ہے؟ پھر اگر اس کمرے میں کئی آدمی ہیں تو معلوم کرو گے ان میں اسٹیشن ماسٹر صاحب کون سے ہیں۔ پھر ان کو خط دے کر واپس آ جاؤ گے۔

اگر تمہیں کوئی آدمی یہ نہ بتائے کہ اسٹیشن کا راستہ کون سا ہے۔ کون سی بس وہاں جاتی ہے۔ اسٹیشن ماسٹر کا کمرہ کون سا ہے اور خود اسٹیشن ماسٹر کون ہے تو تم بھٹکتے پھرو گے اور اپنا کام پورا نہ کر سکو گے۔

اب یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ دنیا کا کوئی کام اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک پہلے اس کی واقفیت نہ ہو۔ اسی واقفیت کا نام ''علم'' ہے۔ گویا ہر کام سے پہلے اس کام کے متعلق علم ہونا ضروری ہے۔

اگر تم سے کوئی کہے کہ ہمارا ریڈیو سٹ خراب ہو گیا ہے۔ اسے بنا دو۔ تو تم یہ کام نہ کر سکو گے لیکن اگر تمہیں علم ہو کہ خراب ریڈیو کی مرمت یوں ہوتی ہے تو اسے ٹھیک کرنے میں تمہیں کوئی مشکل نہ ہوگی۔

غرض ہر کام سے پہلے اس کام کے علم کی ضرورت ہے اور یہ علم جتنا زیادہ ہوگا

Marfat.com

اتنا ہی وہ کام آسان ہو جائے گا۔

تم بڑے ہو کر یا ڈاکٹر بنو گے یا انجینئر' یا پروفیسر یا لیڈر وغیرہ لیکن تمہارا کوئی کام بھی ڈھنگ سے نہ ہو سکے گا۔ جب تک اس کا پورا پورا علم تمہیں حاصل نہ ہو۔

تمہیں مدرسے یا اسکول میں اسی لیے بھیجا جاتا ہے کہ تم آگے چل کر جو کچھ بننا چاہتے ہو اس کے لیے ضروری علم تمہیں حاصل ہو جائے اور اپنا کام کرنا تمہارے لیے مشکل نہ ہو۔

یہ بھی یاد رکھو۔ کہ کوئی علم ایک دو دن میں حاصل نہیں ہو جاتا۔

تم خود ہی سوچو کہ جس دن تم نے الف بے یا اے بی سی ڈی شروع کی تھی۔ اسی دن تمہیں کتاب پڑھنا آ گیا تھا؟ جس روز تمہیں ایک دو تین کی گنتی سکھائی گئی تھی اسی روز تمہیں جمع' تفریق ضرب اور تقسیم کا حساب آ گیا تھا؟

نہیں اب تک تم نے جو کچھ سیکھا ہے اسے سیکھنے میں کچھ دن لگے۔ اسی طرح آگے بھی تم جتنا علم حاصل کرنا چاہتے ہو اس میں کچھ وقت لگے گا۔

ایک بات پر اور غور کرو جب تم ہاکی یا فٹ بال کھیلتے ہو تو گول کرنے کے لیے تمہیں کتنی محنت اور دوڑ دھوپ کرنی پڑتی ہے۔ اگر تم بالکل دھیرے دھیرے چلو تو گول کرنے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

یہی حال علم کا بھی ہے۔ اگر علم حاصل کرنے میں سستی' کام چوری' غفلت اور بے پروائی سے کام لو گے تو وقت زیادہ لگے گا اور علم تھوڑا حاصل ہوگا اور اگر خوب محنت کی۔ دل لگا کر کام کیا تو تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر لو گے۔ اور تمہاری زندگی زیادہ شاندار اور کامیاب ہوگی۔

اچھا اب آؤ تمہیں قرآنِ پاک کا ایک دلچسپ قصہ سنائیں:

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے ایک بار کہا کہ میں دنیا میں آدم کو سردار بنانا چاہتا

ہوں۔فرشتوں نے عرض کیا کہ یہ تو بڑی فسادی اور خون بہانے والی مخلوق ہے اور ہم تیرا نام جپنے والے فرماں بردار بندے پہلے سے موجود ہیں۔

اس کے بعد اللہ نے آدم اور فرشتوں کا امتحان لیا۔فرشتوں کو فرمایا کہ تم ذرا ان ان چیزوں کے نام تو بتاؤ وہ نہ بتا سکے۔ پھر آدم سے کہا گیا تو آدم نے سب چیزوں کے نام جھٹ پٹ بتا دیئے۔ کیونکہ آدم کو علم حاصل تھا۔ (۱)

نتیجہ یہ ہوا کہ اس امتحان میں آدم پاس اور فرشتے فیل ہو گئے اور دنیا میں سرداری کا عہدہ آدم کو مل گیا۔

پھر تمام فرشتوں کو حکم ہوا کہ آدمؑ کے آگے جھک جاؤ۔ سب جھک گئے۔ صرف ابلیس نے آدم کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔اس انکار کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے راندہ دیا گیا۔

قرآنِ کریم کے بتائے ہوئے اس قصے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ:

جس کو زیادہ علم حاصل ہو۔اسی کو اونچا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

علم کے سامنے فرشتے بھی جھک جاتے ہیں۔

علم کے آگے جھکنے والے فرشتے ہوتے ہیں اور نہ جھکنے والا شیطان ہوتا ہے۔

اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ان تینوں میں سے کیا بننا پسند کرتے ہو؟

اگر ہم سے پوچھو تو ہم یہی کہیں گے کہ تم آدمیت کے اس بلند مرتبہ کو ہی اپنے لیے پسند کرو گے چونکہ آدم کی داستان حقیقت میں آدمی ہی کی داستان ہے۔

۱۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا. ''آدمؑ کو اللہ نے تمام چیزوں کا علم دیا تھا۔'' (سورۃ بقرہ۲: آیت:۳۱)

Marfat.com

قوت و فضیلتِ علم

یہ اب بحر و بر دے رہے ہیں گواہی
کہ ہے علم میں زورِ دستِ الٰہی

کیا کوہساروں کو مسمار اس نے بنایا سمندر کو بازار اس نے
زمینوں کو منوایا دوار اس نے ثوابت کو ٹھہرایا سیار اس نے

لیا بھاپ سے کام لشکر کشی کا
دیا پتلیوں کو سکت آدمی کا

یہ پتھر کا ایندھن ہے جلوانے والا جہازوں کو خشکی میں چلوانے والا
صداؤں کو سانچے میں ڈھلوانے والا زمیں کے خزانے اگلوانے والا

یہی برق کو نامہ بر ہے بناتا
یہی آدمی کو ہے بے پر اُڑاتا

تمدن کے ایواں کا معمار ہے یہ ترقی کے لشکر کا سالار ہے یہ
کہیں دستکاروں کا اوزار ہے یہ کہیں جنگ جویوں کا ہتھیار ہے یہ

دکھایا ہے نیچا دلیروں کو اس نے
بنایا ہے روباہ شیروں کو اس نے

Marfat.com

سچ اور جھوٹ

ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو انسانوں کو اچھی زندگی گزارنے کے طریقے سکھاتی ہے۔

اب آؤ تمہیں قرآنی نصیحتوں کے کچھ نمونے دکھائیں۔

اب ہم آگے جو کچھ بھی لکھیں گے وہ قرآن ہی کے کچھ ضروری حکم ہوں گے۔ ان سے تمہیں تھوڑا بہت اندازہ ہو سکے گا کہ قرآن کیوں بھیجا گیا اور یہ ہم سے کیا چاہتا ہے اور وہ جو حکم دیتا ہے اس میں ہمارا اور تمام انسانوں کا کیا فائدہ ہے۔

قرآنِ پاک نے بار بار جھوٹوں کی برائی اور سچوں کی تعریف کی ہے۔ وہ سچا بننے کا حکم دیتا ہے اور جھوٹ سے بچنے کی تاکید کرتا ہے۔

اس کی کیا وجہ ہے؟

اسے جاننے سے پہلے یہ سمجھ لو کہ سچ اور جھوٹ کا مطلب کیا ہے؟

دیکھو اس وقت ایک کتاب تمہارے ہاتھ میں ہے جسے تم پڑھ رہے ہو۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ کتاب نہیں بلکہ ٹوپی ہے تو تم اسے جھوٹا کہو گے کیوں؟ اس لیے کہ اس کا یہ کہنا غلط اور اصلیت کے خلاف ہے۔ وہ خواہ مخواہ کتاب کو ٹوپی کہہ رہا ہے۔

اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ جو بات بھی اصلیت کے مطابق اور ٹھیک ہو وہ سچ ہوتی ہے اور جو کچھ اصلیت کے خلاف اور غلط ہو وہ جھوٹ ہوتا ہے۔

اس بات کو خوب دل میں بٹھا لو تو یہ بھی سمجھ میں آ جائے گا کہ جھوٹ یا سچ

Marfat.com

صرف وہ بات ہی نہیں ہوتی جو زبان سے نکلے بلکہ وہ خیال بھی جھوٹ ہوتے ہیں جو اصلیت کے خلاف ہوں اور وہ کام بھی جھوٹ ہوتا ہے جو اصلیت سے دور ہو۔

اگر کوئی دل میں سوچتا ہے کہ یہ دنیا آپ سے بن گئی ہے اور کوئی اس کا بنانے والا نہیں تو وہ ایسی غلط بات سوچتا ہے جو اصلیت کے بالکل خلاف ہے۔ وہ اگرچہ زبان سے تو کچھ نہیں کہہ رہا۔ لیکن اس کے دماغ میں ایسی بات چکر لگا رہی ہے جو غلط اور جھوٹ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی ہو تو کسان۔ مگر پولیس کا لباس پہن لے اور پولیس کا آدمی بن جائے تو اگرچہ وہ اپنی زبان سے کچھ نہ کہے لیکن وہ جھوٹا ہے کیونکہ وہ جو کام کر رہا ہے وہ اصلیت کے مطابق نہیں۔

غرض جھوٹ سوچا بھی جاتا ہے، جھوٹ بولا بھی جاتا ہے اور جھوٹ کیا بھی جاتا ہے۔

جو خیال، جو بات اور جو کام غلط ہو وہ دراصل جھوٹ ہی ہوتا ہے کیونکہ اصلیت کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس لیے سچا آدمی وہ ہے جو ان تینوں قسم کے جھوٹ سے بچتا ہو۔ اس کی نیت، اس کی بات اور اس کا کام سب ٹھیک اور درست ہو اور اصلیت کے مطابق ہو۔

اچھا آؤ تمہیں ایک سچی بات بتائیں۔

کیا تم جانتے ہو کہ انسان جھوٹ کیوں بولتا ہے اور کب بولتا ہے؟

آدمی جھوٹ اسی وقت بولتا ہے جب اسے دکھائی دیتا ہے کہ سچ بولوں گا تو اسی وقت مجھے یہ نقصان پہنچ جائے گا اور جھوٹ بولوں گا تو کچھ وقت کے لیے فائدہ پہنچے گا۔

اگر سچ بولنے میں فائدہ ہو، یا جھوٹ بولنے میں نقصان نظر آتا ہو تو کون بے

Marfat.com

وقوف ہوگا جو خواہ مخواہ جھوٹ بولے۔ ہر شخص سچ بولے گا۔

لیکن یہ کوئی کمال نہیں، بات تو جب ہے کہ اپنے فائدے یا نقصان کا خیال کیے بغیر سچی بات کہہ دی جائے۔

فرض کرو تمہاری غلطی سے ایک گلاس ٹوٹ گیا۔ اماں جان پوچھتی ہیں کہ یہ گلاس کس نے توڑا؟ تم کہتے ہو۔ مجھے نہیں معلوم یا فلاں نوکر نے توڑا ہے۔

اب یہ بات غلط ہے اس لیے جھوٹ بھی ہے۔

اب دیکھو یہ جھوٹ کیوں بولا گیا؟

اس لیے کہ سچ بولنے میں یہ ڈر ہے کہ اس غلطی پر ڈانٹ یا مار نہ پڑے۔ اسی سے بچنے کے لیے جھوٹ بولا گیا۔ اگر یہ یقین ہو کہ سچی بات بتانے سے نہ کوئی مار پڑے گی، نہ ڈانٹ، تو سچ بولنے میں کیا رکاوٹ ہوسکتی ہے؟ جب تو ہر شخص سچ بول سکتا ہے۔ یہ کوئی کمال نہیں، کمال یہ ہے کہ اماں جان چاہے غلطی کو معاف کریں یا سزا دیں۔ کچھ بھی ہو لیکن بولا جائے سچ ہی۔

سچ بول کر چند بار شاید تمہیں نقصان ہو لیکن آخر میں اس سے ایک بڑا فائدہ ہوگا یعنی تمہیں لوگ عزت کی نظروں سے دیکھیں گے اور تمہارا اعتبار جم جائے گا۔

تم خود دیکھو کہ جو شخص تم سے بار بار جھوٹ بولے۔ اس کی کیا عزت تمہاری نظروں میں رہ جاتی ہے؟ تم یہی کہتے ہو کہ یہ جھوٹا آدمی ہے اور اس کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

جھوٹا آدمی تو اگر سچی بات بھی کہے تو لوگوں کو یقین نہیں آتا۔ ایسے آدمی کی دوستی کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ آج تمہاری دوستی میں اسے اپنا فائدہ نظر آتا ہے۔ تو تمہارا دوست ہے کل اسے تمہاری دشمنی میں فائدہ دکھائی دے گا تو تمہارا دشمن بن جائے گا۔ ایسے شخص کے وعدے کا بھی کیا اعتبار؟ وہ تو تم پر کسی وقت جھوٹا الزام لگا

Marfat.com

کر تمہیں سزائیں بھی دلوا سکتا ہے۔ تمہیں بدنام بھی کر سکتا ہے تمہیں دھوکا بھی دے سکتا ہے۔ غرض جو برائیاں چاہے کر سکتا ہے۔ کیونکہ صرف جھوٹ کی عادت سے ہزار قسم کی دوسری برائیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

لیکن سچا آدمی اپنی ہر بات میں سچا ہوتا ہے اور فقط یہ ایک صفت بے شمار خوبیوں اور اچھائیوں کو سمیٹ لیتی ہے۔ جب خدا سچا ہے۔ اس کے رسولؐ سچے ہیں۔ اس کی کتابیں سچی ہیں تو اس کے بندوں کو بھی سچا ہونا چاہیے۔

سچا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سوچو تو ٹھیک بات سوچو' بولو تو سچ بات بولو' کرو تو ٹھیک کام کرو' اسی سے انسان اپنی زندگی میں کامیاب ہوتا ہے۔

Marfat.com

وعدہ پورا کرنا

تم ''سچ اور جھوٹ'' کے مضمون میں یہ پڑھ چکے ہو کہ سچا انسان وہ ہوتا ہے۔ جو زندگی کی ہر بات میں سچا ہو۔

یہ بھی جان چکے ہو کہ جھوٹے کا کسی بات میں بھی اعتبار نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ اگر وہ کوئی وعدہ کرے تو کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اسے پورا کر سکے گا یا نہیں۔

اس لیے وعدے کا پورا کرنا بھی اصل میں سچ ہی کی ایک شاخ ہے اور وعدے کا پورا نہ کرنا جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے۔

جو سچائی کو پسند کرے گا' وہ وعدہ پورا کرنے کا بھی خیال رکھے گا اور جو جھوٹا ہوگا۔اس کے لیے اپنا وعدہ توڑنا بہت معمولی بات ہوگی۔

وعدہ توڑنا کیسی بری چیز ہے۔اس کو سمجھنے کے لیے ایک مثال سنو۔

فرض کرو کہ تمہارا کوئی دوست تم سے وعدہ کرتا ہے کہ میں کل چار بجے تمہارے ہاں آؤں گا اور چائے تمہارے ساتھ پیئوں گا۔

اب دیکھو تم اس کے لیے چائے کے ساتھ کچھ کھانے پینے کی چیزیں خرید کر لاتے ہو۔ کیک' پیسٹری' مٹھائی' سموسے وغیرہ' بڑے شوق سے اس کے لیے چائے بھی تیار کراتے ہو۔ گھڑی پر تمہاری نظر جمی ہوئی ہے۔ چار بج جاتے ہیں۔ مگر تمہارا دوست نہیں آتا۔

اب تم بار بار باہر نکل کر دیکھتے ہو کہ شاید وہ آرہا ہو مگر اس کا کہیں پتہ نہیں۔

تمہاری چائے کا وقت ہو گیا ہے بھوک سے برا حال ہے مگر یہ انتظار کررہے

ہو کہ دوست آ جائے تو ساتھ ہی چائے پیو۔

یہاں تک کہ پانچ بج جاتے ہیں اور تمہاری بے چینی بھی بڑھتی ہے۔

چھ بج جاتے ہیں اور اس کا کہیں پتہ ہے نہ کوئی اطلاع۔

اب تمہیں غصہ آتا ہے اور دل ہی دل میں اسے کوسنے لگتے ہو۔ چھ بجے تمہیں ایک اور جگہ پہنچنا تھا۔ وہاں کا جانا بھی رہ گیا۔ چائے بھی ٹھنڈی ہو چکی۔

آخر عاجز آ کر تم اس کا انتظار ختم کرتے ہو۔ اور پھر سے چائے بنوا کر پی لیتے ہو۔

مگر دل میں کڑھن ہو رہی ہے کہ دیکھو اتنے شوق سے چائے کا انتظام کیا۔ پیسے خرچ کیے۔ وقت خراب کیا۔ اپنی چائے میں دیر کی۔ انتظار کی گھڑیاں بے چینی سے گزریں۔ جہاں چھ بجے پہنچنا تھا وہاں بھی نہ جا سکا۔ مگر وہ نالائق نہ آیا' نہ اطلاع دی کہ نہ آ سکوں گا۔ اب میں کبھی اس کے وعدے پر اعتبار نہ کروں گا۔

جانتے ہو۔ یہ ساری خرابیاں کیوں پیدا ہوئیں؟ تمہیں غصہ کیوں آیا؟ تم اتنے بے چین کیوں ہوئے؟

صرف ایک بات سے اور وہ بات فقط اتنی سی ہے کہ دوست نے وعدہ کیا اور پورا نہ کیا۔

اب جب اس سے ملو گے تو اس پر خفا ہو گے۔ اس سے گلے شکوے کرو گے۔ اپنا رنج ظاہر کرو گے اور وہ شرمندہ ہو گا۔ تمہاری خفگی اور اس کی شرمندگی دونوں اس وجہ سے ہوں گی۔ کہ دوست نے اپنے وعدے کو پورا نہ کیا۔

اب سوچ لو اور سمجھ لو کہ اگر تم نے بھی کسی کے ساتھ کوئی وعدہ کیا اور اسے پورا نہ کیا تو اسے بھی ایسی یا اس سے زیادہ تکلیف ہو گی اور تمہیں ایسی ہی یا اس سے بڑھ کر شرمندگی اُٹھانی پڑے گی۔ تمہارا اعتبار بھی جاتا رہے گا اور دوستی اور محبت میں

Marfat.com

فرق آ جائے گا۔

اس لیے یا تو کسی سے کوئی وعدہ ہی نہ کرو۔ یا اگر کرو تو اسے ضرور پورا کرو۔

وعدہ ٹوٹنے کے کئی سبب ہوتے ہیں۔

ایک تو یہ سبب ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو اپنا وعدہ یاد ہی نہیں رہتا۔ ذہن سے بالکل نکل جاتا ہے۔ یوں وعدہ ٹوٹنا کسی حد تک معافی کے قابل ہے۔ لیکن جلد سے جلد اپنی اس غلطی پر ایک تو معافی مانگو۔ پھر کوئی کام کرو کہ اسے ویسی ہی خوشی ہو جیسا اسے تمہارا وعدہ پورا نہ ہونے سے رنج پہنچا تھا۔

وعدہ ٹوٹنے کی دوسری وجہ سستی اور کاہلی ہوتی ہے۔ یہ غلطی معاف کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ لیکن ایسا کر بیٹھو تو پہلے معافی چاہو۔ پھر ایسا کام کرو جو اس رنج کو بالکل دھو دے۔ اور پھر کبھی ایسی غفلت سے کام نہ لو۔

تیسرا سبب وعدہ ٹوٹنے کا یہ ہوتا ہے کہ اچانک کوئی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا پہلے سے خیال نہیں ہوتا۔ مثلاً بیمار پڑ گئے۔ چوٹ لگ گئی۔ یا کوئی ایسا ضروری کام پڑ گیا۔ جس کو ٹالا نہ جا سکتا تھا۔ ایسی اچانک باتیں انسان کے بس کی نہیں ہوتیں۔ اس لیے اگر ایسی کسی وجہ سے وعدہ ٹوٹے۔ تو جس سے کوئی وعدہ کیا گیا ہے۔ اسے اپنی مجبوری کی بڑے افسوس کے ساتھ اطلاع دے دینی چاہیے۔ بعد میں اس کے رنج یا نقصان کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

کسی کے ہاں آنے جانے کی ہی بات نہیں ہے۔ وعدہ دوسری باتوں کا بھی کیا جاتا ہے اور اسے پورا کرنا بھی ضروری ہے۔

اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ ہم تمہارا فلاں کام کر دیں گے یا کرا دیں گے تو یہ وعدہ ضرور پورا کرنا چاہیے۔

ہم اکثر یہ نہیں سمجھتے کہ کئی بار وعدہ پورا نہ کرنے سے کسی کا کتنا بڑا نقصان

Marfat.com

ہو جاتا ہے اور اس کے دل سے کیسی بددعا نکلتی ہے۔

اس لیے چاہے اپنا کچھ بھی نقصان ہو جائے اور کیسی ہی تکلیف جھیلنی پڑے۔ مگر وعدہ ضرور پورا کرنا چاہیے۔

ایک ضروری بات یہ بھی یاد رکھو کہ وعدہ ایک تو وہ ہوتا ہے جو کسی دوسرے انسان سے کیا جائے یا ایک قوم دوسری قوم سے کرے۔ (جسے معاہدہ کہتے ہیں)

دوسرا وعدہ وہ ہوتا ہے جو انسان خود اپنے آپ سے کرتا ہے۔ مثلاً اپنے دل میں ٹھانے کہ میں آج سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔

تیسرا وعدہ وہ ہوتا ہے جو بندہ خدا سے کرتا ہے۔ جیسے اے اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب کسی سے وعدہ کر کے نہ توڑوں گا۔

یہ ساری قسمیں، عہد یا وعدے ہی ہیں اور قرآنِ کریم ان سب کو پورا کرنے کی سخت تاکید کرتا ہے۔

Marfat.com

میٹھی بات

پچھلے کسی سبق میں تم پڑھ چکے ہو کہ سچائی کی عادت پڑ جانے سے بہت سی دوسری اچھائیاں آپ سے آپ پیدا ہو جاتی ہیں اور جھوٹ ایسی بری چیز ہے کہ اس سے انسان میں بے شمار دوسرے عیب پیدا ہو جاتے ہیں۔

سچ پوچھو تو کڑوی بات بھی اسی لیے بری چیز ہے کہ اس میں زیادہ تر جھوٹ ہی ہوتا ہے۔

اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو سور، کتا وغیرہ کہتا ہے تو کیا یہ بات سچی ہوتی ہے؟ جسے وہ جانور بنا رہا ہے کیا وہ واقعی جانور ہے؟ نہیں۔ پھر کسی آدمی کو جانور کہنا جھوٹ ہی تو ہوا۔ اس لیے اگر جھوٹ کو چھوڑ دیا جائے تو گندی باتیں کرنے کی عادت بھی آپ سے آپ چھوٹ جائے گی۔

سچ بات کہنے سے کبھی نہ چوکو۔ لیکن اسے ایسی طرح کہو کہ کسی کو برا نہ لگے۔ بلکہ اس طریقے سے کہو کہ سننے والا خوش ہو جائے۔ اگر وہ تمہاری سچی بات کو مان لے تو اور بھی اچھا ہے۔ اسی کا نام میٹھی زبان ہے۔

غلط بات تو غلط ہوتی ہی ہے۔ اسے تو زبان سے نکالنا ہی نہ چاہیے۔ لیکن سچی بات بھی جب کہی جائے تو وہ بھی ایسی میٹھی زبان میں کہنی چاہیے کہ سننے والے کو دکھ نہ ہو۔

ایک بات دس طرح سے کہی جا سکتی ہے۔ ہمیشہ یہ خیال رکھو کہ ان بہت سے طریقوں میں سب سے اچھا طریقہ کون سا ہے؟

اگر تمہیں پیاس لگے تو تم کسی سے یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ ''ابے پانی پلا'' یہی بات یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ ''بھئی ذرا پانی پلانا'' یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ مہربانی کر کے ذرا مجھے پانی پلا دیجیے۔'' یوں بھی کہہ سکتے ہو کہ کیا آپ ثواب کمائیں گے؟

Marfat.com

مہربانی سے مجھے پانی پلا سکتے ہیں؟''

غرض ایک ہی بات کو کئی طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔ جو طریقہ سب سے اچھا ہو وہی کام میں لانا چاہیے۔

پھر یہ بھی یاد رکھو کہ لہجے کے بدل جانے سے بات کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔ اچھے سے اچھے لفظ کو اگر خراب اور سخت لہجے میں ادا کیا جائے تو بات میٹھی نہیں رہتی۔ بلکہ کڑوی ہو جاتی ہے۔

اگر نرم لہجے سے کہو کہ ''آپ ذرا پانی پلائیے'' تو اس کا اثر اچھا ہوگا۔ اور اسی بات کو ڈانٹ کر کہو تو بات بے ہودہ سی ہو جائے گی۔

پھر بڑی چیز جس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ یہ ہے کہ جس سے بات کرو۔ اس کی عمر کا اور اپنے سے اس کے رشتے کا خیال رکھو۔

چھوٹوں سے جب بات کرو تو پیار سے کرو۔ بڑوں سے جب کچھ کہو تو ادب سے کہو اور جب برابر والوں سے بولو تو محبت سے بولو۔

بات میں مٹھاس پیدا کرنے کے لیے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ تم کس قسم کی بات کر رہے ہو۔

کوئی حکم دے رہے ہو یا کوئی درخواست کر رہے ہو۔ کوئی واقعہ بیان کر رہے ہو یا گلہ شکوہ کر رہے ہو؟ خوشی ظاہر کر رہے ہو یا رنج اور افسوس؟ کسی کی تعریف کر رہے ہو یا کسی چیز کی برائی؟ سچ مچ کسی بات پر اپنی رائے دے رہے ہو یا ہنسی مذاق کر رہے ہو؟

تم جس قسم کی بات کرو پہلے یہ دیکھ لو۔ اس کے لیے کون سے لفظ۔ کون سا لہجہ اور بیان کا کون سا طریقہ زیادہ میٹھا اور پیارا ہو سکتا ہے۔

فرض کرو۔ تم اپنے سے چھوٹے یا ماتحت کو کوئی حکم دے رہے ہو۔ تو سختی سے یا بری طرح حکم نہیں دینا چاہیے۔ کوئی لفظ ایسا منہ سے نہ نکالو جس سے اس کی بے عزتی ہوتی ہو۔

کسی سے کوئی درخواست کرتے وقت ایسا معلوم نہیں ہونا چاہیے کہ تم حکم چلا

Marfat.com

رہے ہو یا دباؤ ڈال رہے ہو۔

باقی موقعوں کو بھی آپ ہی سمجھ لو۔

اگر کوئی شخص مر گیا ہو اور اس کے ہاں افسوس اور ہمدردی ظاہر کرنے جاؤ اور وہاں قہقہے لگا لگا کر باتیں کرو تو یہ کیسا غلط طریقہ ہوگا۔ اسی طرح ہنسی مذاق اور دل لگی کی باتوں میں رونی صورت بنا لینا کس قدر بے موقع بات ہوگی۔ ہر موقعے محل کی بات الگ قسم کی ہوتی ہے اور وہاں اسی قسم کی میٹھی زبان اختیار کی جاتی ہے۔

اچھے ڈھنگ سے بات کرنے کی بڑی عمدہ مثال حضرت شیخ سعدیؒ نے دی ہے:

وہ لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے خواب دیکھا کہ اس کے تمام دانت جھڑ گئے ہیں اس نے اس کی تعبیر دریافت کی۔

ایک تعبیر بتانے والے نے کہا کہ "آپ کا سارا خاندان آپ کے سامنے مر جائے گا۔" اس پر بادشاہ کو غصہ آ گیا اس نے اسے سخت سزا دی۔

دوسرے تعبیر بتانے والے نے کہا کہ "سبحان اللہ یہ خواب بڑا اچھا ہے۔ آپ کی عمر سارے خاندان سے زیادہ لمبی ہوگی۔"

بادشاہ کو یہ تعبیر اس قدر پسند آئی کہ اس نے تعبیر بتانے والے کو بہت سا انعام دیا۔

دیکھو دونوں تعبیر بتانے والوں کا مطلب ایک ہی تھا۔ بادشاہ کے سامنے اس کا سارا خاندان مر جائے۔ یا بادشاہ کی عمر سارے خاندان سے زیادہ لمبی ہو۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ لیکن کہنے کا ڈھنگ الگ الگ ہے۔ ایک بہت برا اور دوسرا بہت اچھا ہے۔ بس اس مثال کو یاد رکھو اور جب بھی کسی سے کوئی بات کرو تو یہ سوچ لو کہ اپنا مطلب ظاہر کرنے کے لیے کون سے لفظ، کون سا ڈھب اور کون سا لہجہ سب سے اچھا، سب سے میٹھا اور سب سے پیارا ہو سکتا ہے۔

قرآن پاک نے ان ہی تمام باتوں کا خیال رکھنے کے لیے تھوڑے سے لفظوں میں یہ حکم دیا ہے کہ لوگوں سے عمدگی سے گفتگو کرو۔ (۱)

۱۔ قُوْلُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا "لوگوں سے عمدگی سے بات کرو۔" (سورۃ بقرہ ۲: آیت: ۸۳)

Marfat.com

وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی

وہ دیں جس نے الفت کی بنیاد ڈالی　　کیا طبعِ دوراں کو نفرت سے خالی
بنایا اجانب کو جس نے موالی　　ہر اک قوم کے دل سے نفرت نکالی
عرب اور حبش ترک و تاجیک و دیلم
ہوئے سارے شیر وشکر مل کے باہم
تعصب نے اس صاف چشمہ کو آ کر　　کیا بغض کے خار و خس سے مکدر
بنے خصم جو تھے عزیز اور برادر　　نفاق اہلِ قبلہ میں پھیلا سراسر
نہیں دستیاب ایسے اب دس مسلماں
کہ ہو ایک کو دیکھ کر ایک شاداں
ہمارا یہ حق تھا کہ سب یار ہوتے　　مصیبت میں یاروں کے غمخوار ہوتے
سب ایک اک کے باہم مددگار ہوتے　　عزیزوں کے غم میں دل افگار ہوتے
جب الفت میں یوں ہوتے ثابت قدم ہم
تو کہہ سکتے اپنے کو خیر الامم ہم

Marfat.com

تکبر

تکبر کے معنی ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھنا:

اسے ہم لوگ غرور بھی کہتے ہیں۔ غرور کے معنی ہیں دھوکا دینا۔

اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا۔ چونکہ ایک بڑے دھوکے میں ہوتا ہے۔ اس لئے تکبر کو غرور بھی کہتے ہیں۔

قرآن مجید نے شیطان کو غرور (غین کے زبر سے) کہا ہے۔ کیونکہ غرور کے معنی ہیں دھوکے میں رکھنے والا۔ تکبر شیطانی ہی کام ہے جس سے انسان ہمیشہ دھوکے میں رہتا ہے۔

پہلے ایک ضروری بات سن لو۔

اس دنیا میں تین درجے کی چیزیں ہیں۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ اس کے بعد انسان۔ پھر ساری مخلوق۔

اب ہمارا تعلق ان سے یوں ہوگا۔ کہ خدا کے آگے تو ہماری گردن جھکی رہے گی۔ انسان کے سامنے نہ گردن جھکے گی نہ اکڑے گی۔ اور باقی تمام چیزوں کے سامنے ہم اپنے آپ کو بڑا ہی سمجھیں گے۔

گویا ایک جگہ ہم نیچے ہیں۔ دوسری جگہ برابر اور تیسری جگہ اونچے۔

اب اگر کوئی خدا کے سامنے گردن نہ جھکائے۔ بلکہ اونچی رکھے۔ یعنی اپنی مرضی کو خدا کے حکم سے بڑھ کر سمجھے تو یہ بہت بڑا تکبر ہوگا۔ کیونکہ جہاں عاجزی چاہئے وہاں اکڑ پیدا کی گئی۔

Marfat.com

اسی طرح اگر انسان کو ذلیل اور اپنے آپ کو اس سے بڑا سمجھا جائے۔ تو یہ بھی غرور وتکبر ہوگا۔ کیونکہ جہاں برابری چاہیے تھی۔ وہاں دوسرے کو چھوٹا اور اپنے کو بڑا سمجھا۔

اس کے بعد دوسری جتنی مخلوق ہیں۔ ان میں کسی چیز کو بھی اپنے سے بڑا سمجھا۔ تو یہ انسان نے اپنے بے عزتی کی۔

اونچے سے اونچا پہاڑ۔ بڑے سے بڑا دریا۔ چاند۔ سورج۔ پیپل۔ برگد۔ گائے۔ غرض کوئی چیز بھی تم سے بڑی نہیں۔ ہر چیز تم سے کم درجے کی ہے۔ یہ ساری دنیا تمہاری خدمت کے لیے ہے۔ تم جس چیز سے چاہو اپنے ڈھب کا کام لے سکتے ہو۔

اپنے مقابلے میں جو انسان ان چیزوں کو بڑا سمجھتا ہے۔ وہ ان ہی چیزوں کے آگے گردن جھکاتا ہے۔ گویا ان ہی چیزوں کا غلام بن جاتا ہے۔ اور اپنی بے عزتی کرتا ہے۔

تم زمین اور آسمان کی تمام چیزوں سے اپنے آپ کو بڑا سمجھو۔ یہ تکبر نہیں۔ بلکہ انسان کے اونچے درجے کا اقرار ہے۔

اب ایک اور ضروری بات سن لو۔

آدمی اور آدمی کی برابری کا یہ مطلب نہیں۔ کہ باپ اور بیٹے میں کوئی فرق نہیں۔ یا استاد شاگرد برابر ہیں۔ بڑے اور چھوٹے کا یہ فرق تو رہے گا۔ اور رہنا چاہیے۔ اس فرق کو ''مرتبے کا فرق'' کہتے ہیں۔ اور یہ صرف تھوڑے وقت کی بات ہے۔

تھوڑے وقت کے لیے بات کا مطلب یوں سمجھو۔ کہ خدا بڑا ہے۔ اور ہم اس کے مقابلے میں ناچیز اور چھوٹے ہیں۔ تو یہ فرق تو ہمیشہ باقی رہے گا۔ وہ ہمیشہ

Marfat.com

خدا اور ہم ہمیشہ اس کے عاجز بندے رہیں گے ہم کبھی خدا نہیں ہو سکتے۔ جو اس کے برابر ہو جائیں۔ اور خدا کبھی بندہ نہیں بنے گا۔ جو وہ ہمارے برابر ہو جائے۔

اسی طرح ایک درخت یا حیوان ہم سے ہمیشہ نیچا رہے گا۔ نہ ہم درخت یا حیوان بن کر اس کے برابر ہو سکتے ہیں۔ اور نہ وہ درخت یا حیوان کبھی انسان بن کر ہمارے برابر ہو سکتا ہے۔

لیکن باپ بیٹے یا استاد شاگرد کا معاملہ ایسا نہیں۔

آج تم شاگرد ہونے کی وجہ سے چھوٹے ہو۔ لیکن کل خود استاد بن کر تم بھی بہت سے شاگردوں سے بڑے بن جاؤ گے۔ یوں آج تم بچے ہو۔ لیکن کل خود بھی کسی کے باپ بن کر بڑے ہو جاؤ گے۔

گویا تمہارا چھوٹا ہونا اور بڑا ہونا تھوڑے وقت کی بات ہے۔ آج تم اگر دس سال کے ہو۔ تو بیس سال والا تم سے بڑا ہے۔ لیکن دس سال کے بعد تم بھی بیس سال کے ہو جاؤ گے۔ اور ہر دس برس والے سے تم بھی اتنے ہی بڑے ہو گے۔

غرض انسان آپس میں کسی سے چھوٹا ہوتا ہے۔ تو کسی سے بڑا بھی ہوتا ہے۔ اور اگر کسی سے بڑا ہے تو کسی سے چھوٹا بھی ہے۔

یہی ہے انسان کی آپس کی برابری۔ اس طرح کی برابری نہ خدا کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ نہ دوسری مخلوق سے۔

ایک انسان دوسرے انسان کو اپنے سے چھوٹا کیوں سمجھتا ہے۔

صرف اس لیے کہ اس کے پاس روپیہ زیادہ ہوتا ہے۔ یا عزت زیادہ ہوتی ہے۔ یا علم زیادہ ہوتا ہے۔ یا اور کوئی چیز زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن وہ یہ نہیں دیکھتا۔ کہ اگر میں اس سے ایک چیز میں زیادہ ہوں۔ تو وہ بھی کسی دوسری چیز میں مجھ سے بڑھ کر ہے۔

Marfat.com

کسی کے پاس دولت زیادہ تو کسی کے پاس عزت زیادہ۔ کسی کا علم زیادہ اچھا تو کسی کی تندرستی زیادہ اچھی۔ کوئی بولتا زیادہ اچھا ہے۔ تو کوئی لکھتا زیادہ اچھا ہے۔ کسی کا ذہن زیادہ بہتر ہے۔ تو کسی کی آواز دل کو کھینچتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو الگ الگ قسم کی نعمتیں بانٹ دی ہیں۔ اس لیے اگر کسی کے پاس ایک نعمت ہے۔ تو کوئی نہ کوئی نعمت نہیں بھی ہے۔

اس لیے کسی کو اپنی نعمت پر غرور کرنا یا اترانا نہیں چاہئے۔ خدا کو نہ تکبر کی بات پسند ہے نہ اترانے والا کوئی کام۔

قرآن میں تو اکڑ کر چلنے کو بھی ناپسند کیا گیا ہے۔[1] اور یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ کہ شیطان کو محض اس لیے راند دیا گیا۔ کہ اس نے اپنے تکبر کی وجہ سے آدم کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا تھا۔

۱۔ لَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا ط (زمین میں اکڑ کر نہ چلا کرو) (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: آیت: ۳۷)

آپس کا اتفاق

تم نے کرکٹ ۔ ہاکی ۔فٹ بال وغیرہ کھیل ضرور کھیلے ہوں گے ۔اور کئی بار دیکھے بھی ہوں گے ۔

ان کھیلوں میں کیا ہوتا ہے؟ دونوں طرف دوٹیمیں یا پارٹیاں ہوتی ہیں ۔اور ایک پارٹی دوسری پارٹی کو ہرا دینے کی کوشش کرتی ہے ۔

اگر کرکٹ ہے تو دونوں پارٹیاں یہ کوشش کرتی ہیں ۔کہ ہمارے رن زیادہ بنیں ۔اور دوسری پارٹی کے لوگ جلدی آؤٹ ہو جائیں ۔

اگر ہاکی یا فٹ بال ہے ۔تو دونوں پارٹیوں کی یہ کوشش ہوتی ہے ۔کہ ہم زیادہ گول کر دیں ۔

یہی ہوتا ہے نا؟

اچھا یہ بتاؤ کہ جیت کس پارٹی کی ہوتی ہے؟

اس کے جواب میں تم یہی کہو گے ۔کہ جو پارٹی زیادہ چستی ۔محنت اور ہوشیاری سے کام لیتی ہے وہی جیت جاتی ہے ۔

تمہارا جواب ٹھیک ہے ۔لیکن آؤ ایک ضروری بات ہم تمہیں اور بتائیں ۔ جس کے بغیر جیت ناممکن ہوتی ہے ۔وہ کیا ہے ۔جانتے ہو؟

وہ ہے پارٹی کے تمام کھلاڑیوں کا آپس میں اتفاق ۔

اگر یہ چیز نہ ہو ۔تو صرف چستی ۔ہوشیاری اور محنت سب دھری رہ جائے گی ۔اور جیت جانے کی خواہش پوری نہ ہوگی ۔اتفاق کا مطلب یہ ہے ۔کہ پارٹی

Marfat.com

کے ہر کھلاڑی پر جیت کی دھن سوار ہو۔

اس دھن کے بغیر چستی وغیرہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔

جب چند لوگ کسی ایک کام کو مل کر کرتے ہیں۔ تو ان کے اسی میل کو اتفاق کہتے ہیں۔ جس کے بغیر دنیا کا کوئی چھوٹا بڑا کام پورا نہیں ہوتا۔

یہی کرکٹ کے کھلاڑی اگر میچ جیتنے کی کوشش میں اتفاق سے کام نہ لیں تو کیا ہوگا؟ یہی ہوگا کہ نہ آؤٹ ہو جانے کی فکر ہوگی۔ نہ رن بنانے کی کوشش ہوگی۔ نہ فیلڈنگ اچھی ہوگی نہ کیچنگ۔ سارا کھیل پھیکا ہوگا۔ اور جیت کی بجائے ہار ہو گی۔ غرض پورے میل کے بغیر کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔

اب یہ بات بھی سمجھ لو۔ کہ میل اور اتفاق کا مطلب یہ نہیں۔ کہ سب لوگ ایک ہی طرح کا کام کریں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کوشش تو سب کی ایک ہی ہو۔ لیکن ہر شخص کام وہی کرے۔ جو اس کے سپرد کیا جائے۔

تم نے کسی کتاب میں پڑھا ہوگا۔ کہ شہد کی مکھیوں میں جو ملکہ ہوتی ہے وہ صرف انڈے دیتی ہے۔ کچھ مکھیاں ان انڈوں کو سنبھال کر رکھتی ہیں۔ اور جب بچے نکلتے ہیں تو ان کو پالتی پوستی ہیں۔ کچھ مکھیاں دور دور سے پھولوں کا رس چوس کر لاتی ہیں۔ یوں تو یہ سب کی سب مکھیاں شہد تیار کر رہی ہیں۔ لیکن کام ہر ایک کا الگ الگ ہے۔

اگر ساری مکھیاں انڈے دینے لگیں۔ تو انڈوں کی دیکھ بھال کون کرے۔ اور بچوں کو پالے پوسے کون؟ اسی طرح اگر ساری کی ساری مکھیاں رس لائیں تو انڈے کون دے۔ اور انڈوں بچوں کی دیکھ بھال کون کرے؟ یوں ہی اگر ساری مکھیاں انڈوں کو پالنے پوسنے میں لگ جائیں۔ تو پھولوں کا رس کون جمع کرے؟

غرض ان مکھیوں میں بڑا زبردست اتفاق ہوتا ہے۔ لیکن اتفاق صرف اس

Marfat.com

بات میں ہوتا ہے۔ ورنہ کام سب کے الگ الگ ہوتے ہیں۔ مکھیوں کے اتفاق کی بدولت شہد جیسی نعمت تمہیں حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپس کے میل اور اتفاق میں بھی کیسی مٹھاس رکھی ہے۔

تم روز دیکھتے ہو۔ کہ تمہارے گھر میں گندگی پر بیٹھنے والی مکھیاں بھی ہر جگہ بھنکتی رہتی ہیں۔ ان سے تم گھن کرتے ہو۔ انہیں اپنے کمروں سے بھگاتے رہتے ہو۔ مکھیاں یہ بھی ہیں۔ اور شہد والی مکھیاں بھی مکھیاں ہیں۔ لیکن ایک کو تو بھگاتے ہیں۔ اور دوسری کو پالتے ہیں۔ ایک سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور دوسری سے شہد پیدا ہوتا ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ کہ وہ بہت سی بیماریوں کی دوا ہے۔ (۱)

جانتے ہو دونوں مکھیوں میں یہ فرق کیوں ہے؟ یہ فرق اس لئے ہے۔ کہ ایک میں نااتفاقی ہے۔ اور دوسری میں اتفاق ہے۔

ہاں یہ یاد رکھو کہ اتفاق بری بات میں بھی ہو سکتا ہے اور اچھی بات میں بھی۔ برے کام پر جو اتفاق ہوگا وہ نتیجہ بھی برا پیدا کرے گا۔ اور نیک کام میں جتنا زیادہ اتفاق ہوگا۔ اتنا ہی اچھا اس کا نتیجہ بھی ہوگا۔ پس آپس میں میل اور اتفاق ضرور پیدا کرو۔ لیکن کسی اچھے کام کے لیے۔

تمام انسانوں کے لیے جو بات سب سے اعلیٰ اور بہتر ہو سکتی ہے۔ وہ ہے نیک چلن بننا اور برے چلن سے بچنا۔

قرآن اسی لیے حکم دیتا ہے۔ کہ اسلام پر تم سب ہمیشہ آپس میں میل اور اتفاق (۲) رکھو۔ کیونکہ اسلام کا کام ہے نیک بننا اور نیکی کو پھیلانا۔ بھلی بات یا اچھے کام جو بھی کرے اس کا ساتھ دو۔ اور اس سے اتفاق کرو۔ اور برائی جہاں دیکھو اس سے دور رہو۔ اس سے اتفاق نہ کرو۔ آپس کے میل اور اتفاق کے معنی یہی ہیں۔

۱۔ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ (یعنی شہد میں لوگوں کے لیے بہت سی شفا ہے۔) (سورۃ النحل ۱۶: آیت: ۶۹)

۲۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا (یعنی تم اللہ کی رسی (اسلام) کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو۔) سورۃ آل عمران ۳: آیت: ۱۰۳)

Marfat.com

رشک اور حسد

عام لوگ رشک اور حسد کے معنی ایک سمجھتے ہیں۔ لیکن اس دونوں لفظوں کے معنوں میں بڑا فرق ہے۔

رشک کوئی بری چیز نہیں۔ اور حسد کی عادت بہت بری ہے۔

جب کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی میں کوئی ایسی اچھی بات دیکھتا ہے جو خود اس میں موجود نہ ہو۔ تو اس کے دل میں دو قسم کے خیال پیدا ہوتے ہیں۔

ایک تو جی چاہتا ہے۔ کہ کاش اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت بخشیں۔ کسی چیز کے لیے یوں جی چاہے۔ تو اسے رشک کہتے ہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں۔

تم کسی کے پاس روپیہ پیسہ دیکھو۔ یا کسی نے علم زیادہ حاصل کیا ہو۔ یا آواز اچھی پائی ہو۔ یا اس کی عادتیں اچھی ہوں۔ یا اس میں اور کوئی نعمت اپنے سے زیادہ دیکھ کر چاہو۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ہی علم یا اچھی عادتیں یا روپیہ پیسہ یا اچھی آواز بخشے۔ تو یوں کوئی بات چاہنا ٹھیک ہے۔ اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں۔

لیکن کسی کی کوئی نعمت دیکھ کر اگر یہ جی چاہے۔ کہ ہمیں یہ چیز ملے یا نہ ملے۔ مگر اس کی یہ نعمت چھن جائے۔ یا غارت ہو جائے تو اسے حسد کہتے ہیں۔ یہ اتنی بری عادت ہے۔ کہ انسان کی تمام نیکیوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔

حسد کو ہماری زبان میں جلن کہتے ہیں۔ اور یہ بڑا اچھا ترجمہ ہے۔ گویا حسد کرنے والا اندر ہی اندر جلتا رہتا ہے۔ جس سے وہ حسد کرتا ہے۔ اس کا تو کچھ نہیں بگڑتا۔ مگر حسد کرنے والے کا خون ہمیشہ کھولتا رہتا ہے۔ وہ آپ اپنی آگ میں جلتا

Marfat.com

رہتا ہے۔اور گویا اپنی اس بری عادت کی سزا خود ہی بھگتتا رہتا ہے۔
نتیجہ یہ ہوتا ہے۔کہ وہ اپنی ترقی کی فکر تو کرتا نہیں۔بس اس فکر میں رہتا ہے۔کہ فلاں شخص ہم سے فلانی بات میں زیادہ کیوں ہے۔اور کیا کیا جائے۔کہ وہ اس بات میں ہم سے بڑھ چڑھ کر نہ رہے۔وہ دن رات اسی ادھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔اپنا کچھ نہیں بنا سکتا۔اور دوسرے کا کچھ بگاڑ بھی نہیں سکتا۔پھر اس کا حسد اور زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔اور اس طرح دوسرا تو ترقی کرتا جاتا ہے۔اور یہ آپ برابر گرتا چلا جاتا ہے۔

یہ خوب یاد رکھو۔کہ تم کسی سے سب خوبیوں میں بڑھ نہیں سکتے۔نہ دوسرا سب نعمتوں میں تم سے بڑھ سکتا ہے۔کچھ باتیں تم میں زیادہ ہوں گی۔کچھ خوبیاں دوسروں میں زیادہ ہوں گی۔

تم اسکول میں پڑھتے ہو۔تمہیں اس کا اندازہ اچھی طرح ہوگا۔کہ تمہارے ہم جماعتوں میں کسی کا حساب سب سے اچھا ہے۔کوئی انگریزی میں سب سے زیادہ نمبر لیتا ہے۔کوئی جغرافئے میں سب سے اول رہتا ہے۔اور کوئی تاریخ میں سب سے آگے ہوتا ہے۔یہ اپنے اپنے شوق اور دل چسپی کی بات ہے۔کسی کو کسی علم سے لگاؤ ہوتا ہے۔اور کسی کو کسی مضمون سے دل چسپی ہوتی ہے۔

تمہارا کوئی ہم جماعت شاید ہی ایسا ہو جو ہر چیز میں کمزور یا ہر مضمون میں اول آئے۔پس تم جس مضمون میں دوسروں سے اچھے ہو۔اس پر اللہ کا شکر ادا کرو۔اور جس میں کسی سے کم ہو۔اس میں زیادہ محنت کرو۔اور کوشش کرو۔کہ تمہاری کمزوری جاتی رہے۔اور تم سب سے بڑھ جاؤ۔

لیکن اگر تم کسی بات میں دوسروں سے گھٹ کر ہو۔تو ان سے حسد ہرگز نہ کرو۔بلکہ یہ سوچو کہ ایک بات میں اگر تم گھٹ کر ہو۔تو دوسری میں بڑھ کر بھی ہو۔

Marfat.com

اگر تمہاری جماعت کا ہر لڑکا جو کسی دوسرے سے کسی بات میں کم ہو حسد کرنا شروع کر دے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ پوری جماعت ہی حسد کی آگ میں جلنے لگے گی۔ اس طرح سب کی ترقی رک جائے گی۔

ایک اس غم میں گھلتا رہے گا۔ کہ ہمارا خط سب سے اچھا کیوں نہیں؟ دوسرا یہ سوچ کر افسوس کرتا رہے گا۔ کہ ہم کرکٹ میں سب سے اول کیوں نہیں؟ تیسرا یہ دیکھ کر کڑھتا رہے گا۔ کہ حساب میں ہمارا نمبر سب سے بڑھ کر کیوں نہیں؟ غرض اس طرح ساری جماعت افسوس۔ رنج۔ غم اور حسد کا ایک گھر بن جائے گی۔ اور حاصل کچھ نہ ہوگا۔

تمہاری جماعت کا ہر لڑکا تمہارا بھائی ہے۔ اگر اپنا کوئی بھائی کسی خوبی میں اچھا درجہ یا اچھا نام پائے۔ تو اس پر تمہیں خوش ہونا چاہئے نہ کہ حسد کرنا چاہئے۔

ابھی تم پڑھ چکے ہو۔ کہ ہر نیک کام کے لیے آپس کا میل اور اتفاق بہت ضروری چیز ہے۔ لیکن جانتے ہو کہ آپس کے میل اور اتفاق کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی کیا چیز ہے؟ سنو یہ چیز صرف حسد ہے۔

حسد آپس میں بے اتفاق اور دشمنی پیدا کر دیتا ہے۔ اس دشمنی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی اچھے کام میں بھی کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ جتنا وقت اپنے کو اونچا کرنے اور اپنے آپ کو بنانے میں لگنا چاہئے تھا۔ وہ دوسروں کو گرانے اور بگاڑنے میں کھویا جاتا ہے۔

تم نے قرآن ضرور پڑھا ہوگا۔ آخری سورت سے پہلی والی سورت کا نام سورہ فلق ہے۔ اس میں چند بری چیزوں سے بچنے کو کہا گیا ہے۔ ان ہی بری چیزوں میں اک حسد بھی ہے [1]۔ اگر حسد اتنی بری عادت نہ ہوتی۔ تو قرآن پاک میں اس سے اللہ کی پناہ مانگنے کو کیوں کہا جاتا؟

۱۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (اور حسد کرنے والے کے حسد کے شر سے بھی اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)
(سورۃ الفلق ۱۱۳: آیت: ۵)

Marfat.com

احسان

ہماری زبان میں احسان ایسی نیکی کو کہتے ہیں۔ جس کے بدلے میں کوئی امید نہ رکھی جائے۔

بدلے کا مطلب یہ ہے۔ کہ کسی نے تمہارے ساتھ کوئی نیکی کی ہو۔ اور تم بھی اس کے ساتھ ویسی ہی کوئی نیکی کرو۔ تو یہ بدلہ ہوا۔ بات یہ بھی بڑی اچھی ہے۔ مگر یہ احسان نہیں۔

اسی طرح اگر تمہارے ساتھ کوئی نیکی اس امید پر کرے کہ تم بھی اس کے ساتھ ویسی ہی نیکی کرو۔ تو یہ بھی احسان نہ ہوگا۔

احسان تو ایسی نیکی کو کہتے ہیں۔ جو نہ کسی نیکی کے بدلے میں ہو۔ اور نہ اس میں یہ امید رکھی جائے کہ اس کے بدلے میں ہمارے ساتھ بھی ایسی ہی نیکی کی جائے۔

ایسی نیکی کے لیے ٹھیک لفظ مَنّ ہے۔ لیکن ہماری زبان میں اسی مَنّ کو احسان کہتے ہیں۔ یہ بھی کسی حد تک ٹھیک ہے۔

پہلے احسان کا اصلی مطلب سمجھ لو۔

احسان کے معنی ہیں کسی چیز کو عمدہ، حسین اور خوبصورت بنانا۔

اللہ تعالیٰ خود حسین ہے۔ اور وہ حسن کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حسن اس طرح کا نہیں کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔ بلکہ اس کے کاموں اور اس کی قدرت کے اندر ہی تمہیں اس کا حسن نظر آئے گا۔

یہ خوبصورت پھول۔ یہ حسین ستارے۔ یہ چمکتا ہوا چاند۔ یہ اودی اودی گھٹائیں۔ یہ خوبصورت پرندے۔ یہ صبح کا سہانا نظارہ۔ کیا یہ چیزیں تمہیں حسین نہیں معلوم ہوتیں؟

پس ساری دنیاؤں کا بنانے والا بھی ہم سے یہی چاہتا ہے۔ کہ ہماری ہر بات میں حسن، عمدگی، سلیقہ اور خوبصورتی ہو۔ ہم جو بات کریں اس میں خوبصورتی ہو۔ جو عمل کریں اس میں خوبصورتی ہو۔ دل میں جو نیت کریں اس میں خوبصورتی ہو۔ ہماری جو عادتیں بنیں ان میں خوبصورتی ہو۔

اسی طرح وہ نیکی میں خوبصورت نیکی کو پسند کرتا ہے۔ اور نیکی کی خوبصورتی یہی ہے کہ وہ کسی نیکی کے بدلے میں یا کسی نیکی کی امید میں نہ ہو۔ بلکہ صرف اس لیے ہو کہ یہ نیکی ہے جو مجھے کرنی چاہئے۔

ایسی خوبصورت اور حسین نیکی کرنے والوں کو قرآن محسن کہتا ہے۔ اور ایسے محسنوں کے لیے قرآن میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ محسنوں کے ساتھ [۱] ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محسنوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور پسند فرماتا ہے [۲]۔

ذرا سوچو کہ کسی انسان کے لیے اس سے بڑی اور کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ اللہ اسے پسند فرمائے۔ اور اللہ اس کے ساتھ ہو۔

جس کو خدا پسند فرمائے اسے کون ناپسند کر سکتا ہے۔ اور جس کا وہ ساتھ دے۔ دنیا اس کا ساتھ کیوں نہ دے گی۔

اتنا بڑا درجہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ جو احسان کرے۔ یعنی خوبصورت اور حسین نیکیاں کرے۔ ایسی نیکیاں جن میں بدلہ پانے کی خواہش نہ ہو۔

ایک بات یاد رکھو۔ اور وہ یہ ہے کہ احسان صرف دوستوں ہی کے ساتھ نہیں

---

۱. إِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ط (سورۃ العنکبوت ۲۹: آیت: ۶۹)

۲. إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ط (سورۃ المائدہ ۵: آیت: ۱۳)

Marfat.com

ہونا چاہئے۔ دوستوں اور اپنوں کے ساتھ تو سبھی احسان کرتے ہیں۔ یہ کوئی بڑا کمال نہیں۔ اصلی احسان تو وہ ہے۔ جو ایسے لوگوں کے ساتھ کیا جائے۔ جو اپنے خلاف اور اپنے دشمن ہوں۔

دشمنوں کی دشمنی کا اس سے بہتر کوئی بدلہ نہیں۔

تجربہ کر کے دیکھ لو۔ اپنے کسی دشمن کے ساتھ احسان کرو۔ اور بار بار احسان کرو۔ وہ مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دے گا۔ اور تمہارا دوست بن جائے گا۔ یا اس کی دشمنی کا زور ٹوٹ جائے گا۔

احسان میں جہاں بدلہ پانے کی امید نہ ہونی چاہئے۔ وہاں ایک ضروری شرط اور بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی پر کوئی احسان کر کے اسے جتایا نہ جائے۔ نہ اس پر نہ کسی دوسرے پر۔

اپنے احسان کو جہاں زبان پر لایا گیا۔ سمجھ لو کہ وہ احسان غارت ہوا۔ بلکہ کئی بار اس سے دوستی بھی دشمنی سے بدل جاتی ہے۔ اپنے احسان کو جتانا ایسا ہی ہے۔ جیسے کسی کو شربت پلا کر اوپر سے گندے نالے کا پانی پلا دینا۔ احسان کر کے جتانے سے یہ بہتر ہے۔ کہ احسان کیا ہی نہ جائے۔

احسان کی ایک شرط یہ بھی ہے۔ کہ اگر تم پر کوئی احسان کرے۔ تو تم اس کے شکر گزار اور احسان مند رہو۔ اور کوشش کرو۔ کہ اس کے ساتھ تم بھی ویسا ہی اچھا سلوک کرو [1]۔

مطلب یہ ہے۔ کہ تم کسی پر احسان کرو۔ تو اس کا ذکر کسی سے نہ کرو۔ اور اس کا بدلہ حاصل کرنے کا خیال بھی نہ لاؤ۔ بلکہ اس کی طرف سے شکریے تک کی خواہش نہ پیدا ہونے دو [2]۔ لیکن اگر تم پر کوئی احسان کرے۔ تو تم اس کا شکریہ ادا

۱۔ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ (احسان کا بدلہ احسان ہی تو ہے) (سورۃ الرحمٰن ۵۵: آیت: ۶۰)

۲۔ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا (ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔) (سورۃ الدھر ۷۶: آیت: ۹)

Marfat.com

کرو۔ اور اس کا بدلہ خوبی کے ساتھ اتارنے کی کوشش کرو۔

تمہارے ہم جماعتوں اور دوسرے دوستوں اور بزرگوں میں جتنے لوگ بھی ہوں۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہو۔ اور اسے نہ دیکھو کہ دوسرے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ دوسرے کچھ بھی کریں۔ تم اپنا کام کئے جاؤ۔ اپنے آپ کو اونچا رکھو۔ اسی طرح تم سعادت مند بن سکتے ہو۔ اور اسی کھلے دل سے کام لے کر تم اپنی آگے کی زندگی میں کامیاب آدمی بن سکو گے۔

Marfat.com

عفو

عفو کے معنی ہیں درگزر کرنا اور معاف کر دینا۔

معاف اسی چیز کو کیا جاتا ہے۔ جس سے کوئی نقصان یا تکلیف پہنچے۔

تکلیف پہنچانے کی بیسیوں صورتیں ہیں۔ کسی کے جسم یا مال کو نقصان پہنچایا جائے۔ یا اس کی عزت وشہرت کو بگاڑا جائے۔ کسی کو مارا جائے۔ یا اسے گالی دی جائے۔

ایسی ساری باتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ فرق ہے تو اتنا کہ بعض باتوں سے انسان کے جسم کو تکلیف پہنچی ہے۔ اور بعض باتوں سے دل کو دکھ ہوتا ہے۔

تکلیف دونوں طرح ہے۔ اور دونوں ہی قسم کی تکلیف پہنچنے کے بعد انسان کو غصہ آتا ہے۔ رنج ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی بدلہ لینے کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے۔

بس یہی وقت انسان کے اخلاق کے امتحان کا ہوتا ہے۔

عام طور پر یہ ہوتا ہے۔ کہ جتنی تکلیف کسی سے کسی کو پہنچتی ہے۔ وہ اسے بدلے میں اس سے کچھ زیادہ ہی تکلیف پہنچاتا ہے۔

مثلاً اسے کسی نے طمانچہ مارا۔ تو یہ اسے دو طمانچے رسید کر دیتا ہے۔ کسی نے ایک سخت لفظ کہہ دیا۔ تو یہ اس کے جواب میں چار گالیاں دے دیتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے۔ کہ جسے تکلیف پہنچتی ہے اسے غصہ آجاتا ہے۔

غصہ آنے کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ انسان میں ضبط اور برداشت کم ہوتی

Marfat.com

ہے۔اس لیے وہ جلدی جوش میں آجاتا ہے۔اور اپنا بدلہ لینے لگتا ہے۔اور چونکہ بدلہ لینے کے وقت اس میں غصہ اور جوش ہوتا ہے۔اس لئے وہ یہ نہیں دیکھتا۔کہ بدلہ کیسا اور کتنا لینا چاہئے۔

انصاف کی بات تو یہ ہے۔کہ اگر بدلہ لینا ہی ہو۔تو برابر کا بدلہ لیا جائے۔یعنی جتنی تکلیف پہنچائی گئی ہے۔اس کے جواب میں اس سے زیادہ تکلیف نہ پہنچائی جائے۔

لیکن جب غصہ اور جوش ہوتو انسان کو یہ یاد نہیں رہتا۔کہ انصاف کی بات کیا ہے۔وہ تو اس وقت صرف اپنے غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا ہے۔اس لئے بدلہ لیتے وقت حد سے بڑھ جاتا ہے۔اور ناانصافی کر بیٹھتا ہے۔

جن لوگوں کی عادتیں کچھ اچھی ہیں وہ بدلہ لیتے وقت انصاف کا پہلے خیال رکھتے ہیں۔اور جواب اتنا ہی دیتے ہیں جتنا دینا چاہئے۔وہ اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔جتنی ان کو دی گئی ہو۔

قرآن اس کی اجازت دیتا ہے۔کہ جتنی برائی تمہارے ساتھ کی گئی ہو۔اتنی سزا تم بھی دے سکتے ہو[1]۔

یہ صرف اجازت ہے۔اور اخلاق سے کام لینے کی اب ہے۔اس کا مطلب یہ ہے۔کہ زیادہ برا بدلہ لینے سے روکا جائے۔

لیکن اسلام اخلاق کا جو سبق دیتا ہے۔وہ اس اجازت سے بہت اونچا ہے۔اور وہ یہ ہے۔کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کی جائے۔تو تم اسے معاف کردو۔

یہ کام ہے تو مشکل۔اس لیے کہ اس میں ایک تو غصے کو ہی دبانا پڑتا ہے۔دوسرے قانون جس قدر بدلہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔اس کا حق بھی چھوڑنا

ا۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا (بدی کا بدلہ اس کی مثل سزا ہے۔) (سورۃ الشوریٰ ۴۲: آیت: ۴۰)

Marfat.com

پڑتا ہے۔

لیکن اس سے ایک قیمتی چیز حاصل ہو جاتی ہے۔جس کو ہر شخص آسانی سے حاصل نہیں کر سکتا۔اس سے اپنے اندر ضبط اور برداشت۔صبر اور بردباری پیدا ہوتی ہے۔غصے پر قابو حاصل ہوتا ہے۔دل کی اکڑ اور تکبر ٹوٹ جاتا ہے۔اور اس سے دشمن دب جاتا ہے۔

بدلہ لینے والا اگر بہت مضبوط ہو۔تو زیادہ سے زیادہ یہ کرے گا۔کہ دشمن کو گرا کر اس کے جسم کو نیچے دبا لے گا۔لیکن عفو کرنے والا دشمن کے دل پر۔دماغ پر اور روح پر فتح پا لیتا ہے۔اور اس کی دشمنی دوستی مین بدل جاتی ہے۔

اخلاقی زندگی کا ایک درجہ اس سے بھی اونچا ہوتا ہے۔

یہ درجہ حاصل کرنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں۔جو برائی کو صرف معاف ہی نہیں کرتے۔بلکہ برائی کا جواب نیکی سے دیتے ہیں۔ (۱)

انہیں کوئی گالی دے۔تو وہ اس کے جواب میں دعائیں دیتے ہیں۔کوئی ان کے ایک گال پر تھپڑ مارے۔تو وہ اس کے جواب میں اپنا دوسرا گال بھی طمانچہ کھانے کو پیش کر دیتے ہیں۔

یہ بڑے دل گردے کا کام ہے۔لیکن یہ ایسا اونچا اخلاقی سلوک ہے۔کہ دشمن کے تمام ہتھیار اس کے سامنے کند ہو جاتے ہیں۔اور اس کے اثر سے برے سے برا آدمی بھی نیک بن جاتا ہے۔

آؤ تمہیں عفو کی ایک دلچسپ حکایت سنائیں۔

قرآن کریم نے اخلاق کا ایک موٹا سبق تو یہی دیا ہے۔کہ برائی کا بدلہ آپ لے سکتے ہیں لیکن اسی جملے میں معافی کا سبق بھی دے رکھا ہے۔

۱۔ وَيَدْرَؤُنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (اچھے لوگ برائی کا علاج بھلائی سے کرتے ہیں۔) (سورۃ الرعد۱۳: آیت:۲۲)

Marfat.com

دیکھو اگر کسی کے ایک گھونسے کے جواب میں تم نے بھی ایک گھونسا مارا۔تو صرف پہلے اور بعد کا فرق ہوا۔ ورنہ کام تو تم نے بھی وہی کیا جو اس نے کیا تھا۔اس لیے دونوں آگے پیچھے کے سوا اور کوئی فرق نہ ہوا۔

تو گویا اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے۔کہ اگر چہ تمہیں برابر کا بدلہ لینے کی اجازت ہے۔لیکن تمہارا بدلہ بھی ویسی ہی ایک برائی ہے۔اس لیے بہتر یہی ہے۔کہ اسے معاف کر دو۔ بلکہ ہو سکے تو برائی کا جواب بھلائی اور نیکی سے دو۔

Marfat.com

ضد

ہماری زبان میں ضد کا مطلب ہے کسی بات پر بری طرح اڑ جانا یا جم جانا۔ اگر یہی جماؤ کسی اچھی بات پر ہو تو یہ کوئی بری بات نہیں ہوتی۔ بلکہ بڑی اچھی بات ہوتی ہے۔اس وقت اسے ضد نہیں کہتے۔ بلکہ ثابت قدمی اور استقلال کہتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی غلط بات پر اڑ جائے۔تو ایسے آدمی کو ضدی کہتے ہیں۔ یہ بڑی بری بات ہے۔

دنیا میں تین طرح کے آدمی ہیں۔

ایک تو وہ ہیں جو سچ بات پر جمے رہتے ہیں۔ان کو مستقل مزاج کہتے ہیں۔

دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو اپنی بات پر اڑے رہتے ہیں۔ چاہے وہ بات نامعقول ہی کیوں نہ ہو۔ایسے ہی لوگوں کو ضدی کہا جاتا ہے۔

اور تیسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جو کسی بات پر نہیں ٹکتے۔جس نے جو کچھ کہا مان لیا۔ چاہے غلط ہو یا ٹھیک۔ ایسے لوگ سیدھے سادے اور ذرا کم عقل ہوتے ہیں۔

ان سب کی مثال سنو۔

ایک شخص کو کوئی نیک آدمی یہ سمجھاتا ہے۔ کہ دیکھو بت کو پوجنا غلط بات ہے۔جس بت کو انسان خود ہی بنائے۔ وہ بھلا خدا کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس بے جان پتھر کی حالت تو یہ ہے کہ ایک مکھی بھی اس کی ناک پر بیٹھ جائے تو نہیں اڑا سکتا۔ اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا۔کوئی اس کا سر پھوڑ دے تو اپنا بچاؤ نہیں کر

Marfat.com

سکتا۔ بھلا ایسا بے جان اور بے طاقت بت تمہاری کیا سن سکتا ہے۔ اور تمہیں کون سا فائدہ یا نقصان پہنچا سکتا ہے۔ جو تم اس کے آگے اپنی گردن جھکاتے ہو۔

یہ عقل کی باتیں بہت سیدھی سادی ہیں۔ اس لیے آدمی کی سمجھ میں آ جاتی ہیں۔ اور وہ بتوں کو پوجا چھوڑ دیتا ہے۔

اس پر لوگ اسے مجبور کرتے ہیں۔ ستاتے ہیں۔ گھر سے بے گھر کر دیتے ہیں۔ سب کچھ کرتے ہیں۔ مگر ایک ٹھیک بات اس کی سمجھ میں آ چکی ہے۔ اس لیے وہ سب تکلیفیں جھیل لے گا۔ مگر بتوں کی پوجا نہیں کرے گا۔

سوچو اور بتاؤ۔ کہ کیا یہ ضد ہے؟

ہرگز نہیں۔ ثابت قدمی اور استقلال ہے۔

کیوں؟

اس لیے کہ وہ شخص ایک سچی اور ٹھیک بات پر اڑا ہوا ہے۔

اس کے مقابلے میں دوسرے لوگ ہیں۔ انہیں سب کچھ بتایا گیا۔ مگر وہ اپنی بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔ ان کو ہزار سمجھایا جاتا ہے۔ ہزار قائل کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ اڑے ہیں۔ جمے ہیں کہ ہم تو بتوں کو پوجے ہی جائیں گے۔

سوچو۔ کیا تم انہیں ثابت قدم کہو گے؟

یہ لوگ ثابت قدم تو ہیں۔ لیکن چونکہ غلط بات پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے ان کو ضدی کہا جائے گا۔

اب تیسری قسم کے لوگوں کو لو، جو کبھی بت پرستی کرتے ہیں۔ اور کبھی اس سے باز آ جاتے ہیں۔ جو جیسا کچھ سمجھا دیتا ہے۔ اسے مان لیتے ہیں۔ اور اپنی عقل سے کوئی کام نہیں لیتے۔ ان کو کم عقل بے وقوف اور ''ڈھل مل یقین'' کہا جائے گا۔

ان کے پاس نہ اپنی عقل ہوتی ہے۔ نہ ان کی اپنی کوئی رائے ہوتی ہے۔ بس

Marfat.com

دوسروں کے کہنے پر چلتے ہیں۔اور ٹھوکریں کھا کھا کر بھی نہیں سنبھلتے۔

سچ پوچھو۔تو ضدی اور ڈھل مل یقین دونوں ہی بے عقل ہوتے ہیں۔فرق صرف یہ ہوتا ہے ضدی بے عقلی میں بھی اپنی ایک رائے رکھتا ہے۔اور ڈھل مل یقین کی کوئی اپنی رائے نہیں ہوتی۔بے عقل دونوں ہی ہیں۔ضدی اس لیے بے عقل ہوتا ہے۔کہ اسے ہزار عقل کی بات سمجھاؤ۔مگر وہ نہیں مانتا۔اپنی بے عقلی پر اڑا رہتا ہے۔اور ڈھل مل یقین اس لیے بے عقل ہوتا ہے۔کہ اپنی عقل اور رائے سے کوئی کام ہی نہیں لیتا۔

ضدی انسان میں ایک طرح کا تکبر اور غرور ہوتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ اگر ہم نے کسی کی بات مان لی۔تو ہماری عزت میں کمی آجائے گی۔اور ہماری مونچھیں نیچی ہو جائیں گی۔

وہ یہ نہیں سمجھتا۔کہ بے عقلی کے بات پر اڑے رہنے سے ہی عزت کم ہوتی ہے۔اور ٹھیک بات کو مان لینے سے عزت میں کوئی کمی نہیں آتی۔بلکہ اس کی عزت زیادہ ہو جاتی ہے۔

کبھی کبھی تو وہ یہ بھی سمجھتا ہے۔کہ میں جس بات پر اڑا ہوں۔وہ سراسر غلط ہے۔لیکن صرف اس لیے بات کی پچ رکھے چلا جاتا ہے۔کہ وہ اسی میں اپنی عزت سمجھتا ہے۔اصل میں یوں اسے اس کا دل دھوکا دے رہا ہوتا ہے۔

تم سے جب کوئی بات کہی جائے۔تو نہ اسے فوراً مان لو۔اور نہ اس سے جلدی سے انکار کر دو۔بلکہ اپنی عقل سے کام لو۔لوگوں سے اچھی طرح پوچھ گچھ کرو۔پھر خوب غور کرو۔اگر وہ بات ٹھیک نظر آئے تو اسے مان لو۔ٹھیک نظر نہ آئے تو اسے رد کر دو۔

اگر تم ایک خیال بنا چکے ہو۔اور اس کے بعد کوئی ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں

Marfat.com

جن سے وہ پہلا خیال غلط نظر آتا ہے۔ تو اس پر اڑے رہنا ضد کی بات ہوگی۔

ایسے غلط خیال کی غلطی معلوم ہونے کے بعد اس خیال کو بدل دینے میں ذرا نہ جھجکو۔ یہ ہرگز مت سمجھو۔ کہ خیال بدلنے سے تمہاری عزت میں کوئی فرق آجائے گا۔

ٹھیک بات کو مان کر اس پر ڈٹے رہنا ثابت قدمی ہے۔ اور غلط باتوں پر اڑے رہنا ضد ہے۔ اور یہ ایسی بری عادت ہے۔ کہ آہستہ آہستہ انسان کی عقل کو بے کار اور اخلاق کو خراب کر کے رکھ دیتی ہے۔

آج سے یہ ٹھان لو۔ کہ غلط بات پر ہم کبھی اڑ کر ضد نہ کریں گے۔ اور ہر اچھی بات کو مان کر اس پر جمے رہیں گے۔

بہادری اور بزدلی

بہادری۔شجاعت ۔مردانگی سب کا مطلب ایک ہی ہے۔اس کے معنی ہیں نڈر ہوکر کوئی کام کرنا۔

دنیا میں کچھ کام تو ہم ایسے کرتے ہیں۔جو ہماری عادتیں بن چکے ہیں۔اور ان کو کرتے وقت ہمارے دل میں کوئی خاص خوف یا ڈر نہیں ہوتا۔اور نہ کسی قسم کو کوئی خطرہ نظر آتا ہے۔

ایسے کام کرنا کوئی بہادری نہیں۔

تم ہر روز کھاتے پیتے ہو۔کھیلتے کودتے ہو۔چلتے پھرتے ہو۔یہ کام ایسے ہیں جس کو کرنے کی وجہ سے کوئی بہادر یا دلیر نہیں کہلاتا۔

اسی طرح اگر تم ایک مکھی یا مچھر یا چڑیا کو ماردو۔جب بھی تمہیں بہادر نہیں کہا جائے گا۔لیکن اگر تمہارے سامنے ایک بھیڑیا یا ایک بڑا سانپ نکل آئے۔اور تم اس کا مقابلہ کر کے اسے بھگادو۔یا ماردو۔تو سب لوگ تمہیں بہادر کہیں گے۔

کیوں؟

اس لیے کہ مکھی مارنے میں تمہیں کوئی خطرہ نہیں۔نہ جان کا نہ مال کا نہ عزت کا نہ کسی اور چیز کا۔لیکن سانپ اور بھیڑیے کا مقابلہ کرنے میں جسم یا جان کو نقصان پہنچے کا ڈر ہوتا ہے۔اس لیئے ان کا مقابلہ کرنا ضرور بہادری ہے۔

اس مثال سے تم سمجھ گئے ہو گے۔بہادر نڈر اور بے خوف ہوتا ہے۔اور جو ڈر جائے۔اسے ڈرپوک اور بزدل کہتے ہیں۔

Marfat.com

بہادر ہونا انسانی کی بڑی اخلاقی خوبی ہے۔اور اس کے مقابلے میں بزدل ہونا ایک بڑی کمزوری ہے۔

بزدل وہی ہوتا ہے جس میں ہمت کی کمی ہو۔اس میں نہ تو ثابت قدمی ہوتی ہے۔اور نہ وہ دنیا میں کوئی کامیاب آدمی ہوتا ہے۔

بزدل آدمی ہر کام میں ڈرا رہتا ہے۔کہ اس کام کا نتیجہ برا نہ نکلے۔کہیں مجھے اس سے نقصان نہ پہنچے۔اس لیے وہ کام میں ہاتھ ڈالنے سے ہچکچاتا ہے۔اور ڈرتا ہے۔

اس کے برخلاف بہادر آدمی میں ہمت اور جرات ہوتی ہے۔وہ جو کام شروع کرتا ہے۔اس کا دل کہتا ہے۔کہ اس کا نتیجہ ضرور اچھا نکلے گا۔نقصان کے ڈر سے وہ اپنے قدم پیچھے نہیں ہٹاتا۔بلکہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔نہ کسی خوف کی پروا کرتا ہے نہ کبھی مایوس ہوتا ہے۔

آدمی صرف اندھی ہمت سے کام لے کر بہادر نہیں بن جاتا۔ہمت کے ساتھ اسے عقل سے بھی کام لینا چاہئے۔

عقل سے کام لینے کا مطلب یہ ہے۔کہ اسے یہ بھی دیکھنا چاہئے۔کہ یہ کام میرے بس کا ہے یا نہیں۔

دوسری بات یہ بھی دیکھنی چاہئے۔کہ یہ کام اچھا اور نیکی کا بھی ہے یا نہیں۔اس کے نتیجے سے خوشی ہوگی یا افسوس۔

مثلاً کوئی شخص یہ ارادہ کرے۔کہ میں ایک پتھر کو اپنے سر سے توڑوں گا۔اب وہ پتھر سے اپنا سر ٹکرانا شروع کر دیتا ہے۔تو ایسے آدمی کو بہادر نہیں بلکہ بے وقوف کہیں گے۔کیونکہ اس نے یہ ارادہ ہی غلط کیا۔اور پھر بے نتیجہ اور بے مقصد یہ کام کیا۔

اس کو پہلے عقل سے کام لے کر یہ سوچنا چاہئے تھا۔ کہ سر سے بھی کہیں پتھر توڑتے جاتے ہیں۔ اور پھر یہ کام کرنے سے حاصل کیا ہوگا؟

یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی کوئیں میں چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دے۔

ایسا شخص بہادر نہیں کہلائے گا۔ وہ بے وقوف ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے ایک بالکل بے کار سا کام کیا۔ اور اپنی قیمتی جان کھو دی۔ اور وہ بھی بے نتیجہ۔

ایسے لوگ جو خودکشی کر لیتے ہیں۔ بڑے ڈرپوک اور بزدل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ دنیا کی مشکلوں اور مصیبتوں کا جم کر مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔

اپنی کوشش میں کامیابی ہوگی یا نہ ہوگی۔ اس کی بحث بے کار ہے۔ ہمیں تو یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ اچھا اور ٹھیک بھی ہے یا نہیں۔ اگر ٹھیک ہو تو جم کر کام کئے جانا چاہئے۔

تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کئے جانا خود ایک بہت بڑی بہادری ہے۔

ایک کام کو شروع کرنا اور پھر ہمت ہار جانا بزدلی ہوتی ہے۔

اس لیے بہادر وہ ہے جو ایک تو خود سے بے پروا ہو کر کام شروع کرتا ہے۔ بہادری کی دوسری ضروری شرط ثابت قدمی اور استقلال بھی ہے۔ یعنی جو ٹھیک کام شروع کر دیا۔ اس میں برابر لگا رہے۔ اور راستے میں جو مشکلیں آئیں۔ ان کی پرواہ نہ کرے۔ ایسے ہی مستقل مزاج لوگوں کو قرآن میں صابر کہا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ صابروں کے ساتھ ہے [1]۔

ایک اور بہت ضروری بات بھی یاد رکھو۔

وہ یہ ہے۔ کہ بہادر صرف جسم کے بہادر کو نہیں کہتے۔ بلکہ اس سے بڑا بہادر وہ ہے جو دل کا بہادر ہو۔

کسی جنگلی جانور کو مار بھگانا یا کسی پہلوان کو کشتی میں پچھاڑ دینا بھی بہادری

۱۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (اللہ ثابت قدموں کے ساتھ ہے۔)

ہے لیکن ان سب قسم کی بہادریوں سے بڑی بہادری یہ ہے۔ کہ جب انسان کو غصہ آ جائے تو وہ ضبط کر لے۔ غصے کو اس طرح پی جائے۔ کہ نہ تو چہرے سے غصہ ظاہر ہو۔ نہ بات چیت سے اور نہ ہاتھ پاؤں سے۔

یہ ہے سب سے بڑی بہادری۔

گویا ایک بہادری تو یہ ہے۔ کہ دوسرے کو دبا کر اپنے نیچے کرلو۔ اور اس سے بڑی بہادری یہ ہے۔ کہ اپنے دل کو دبا کر نیچے کرلو۔

نیچے کر لینے کا مطلب یہ نہیں کہ چہرے یا زبان سے تو غصہ ظاہر نہ ہو مگر دل غصے سے پیچ وتاب کھاتا رہے۔ بلکہ اصلی بہادری یہ ہے کہ دوسرے کاموں میں لگ کر دل میں اس کا کوئی اثر نہ باقی رہنے دیا جائے۔

غرض بہادری دوسروں کا مقابلہ کرنے میں ہی نہیں ہے۔ اپنا مقابلہ کرنے میں بھی ہے۔ یہی بہادری کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ کہ پہلے اپنے آپ پر قابو پاؤ۔ پھر دوسروں پر فتح حاصل کرو۔

ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک

دنیا کے آدمیوں کو ایک طرح تین حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ کچھ تو چھوٹے ہوتے ہیں۔ کچھ برابر کے اور کچھ بڑے۔

یہ چھوٹائی۔ بڑائی اور برابری کئی طرح کی ہوتی ہے۔

یہ چھوٹائی بڑائی یا تو عمر میں ہوتی ہے۔ یا رتبے میں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص تم سے عمر میں تو چھوٹا ہو۔ لیکن کسی رتبے یا کسی خوبی میں بڑا ہو۔ مثلاً علم میں تم سے زیادہ ہو۔ یا رشتے میں بڑا ہو۔ یا دولت۔ یا صحت۔ عہدے۔ اخلاق اور ہنر وغیرہ میں تم سے اونچا ہو۔ اس صورت میں ایک طرح تو تم بڑے ہو گے۔ اور دوسری طرح وہ بڑا ہو گا۔

اس لئے تمہاری عمر کی وجہ سے اسے تمہارا ادب کرنا چاہئے۔ اور اس کے مرتبے کے سبب سے تمہیں اس کی عزت کرنی چاہئے۔

غرض کوئی شخص کسی بات میں بھی زیادہ ہو۔ تو وہ بڑا اور بزرگ گنا جاتا ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھ کر اس کی عزت کرنا بڑی سعادت مندی کی بات ہے۔

جانتے ہو بزرگوں میں سب سے زیادہ بزرگ اور بڑوں میں سب سے زیادہ بڑا کون ہے؟

ماں باپ:

ماں باپ کی بزرگی اس قسم کی ہے۔ کہ اولاد کتنا ہی بڑا مرتبہ اور کمال حاصل کر لے۔ اور اپنے والدین سے چاہے ہر بات میں بڑھ جائے۔ مگر والدین پھر بھی

Marfat.com

بزرگ ہی رہیں گے۔اولاد ان سے ہر طرح چھوٹی ہی رہے گی۔

مرتے دم تک اولاد کی سعادت یہی رہے گی۔کہ وہ اپنے ماں باپ کی جوتیاں سیدھی کرتی رہے۔ان کے آگے ادب سے گردن جھکائے رہے۔ان کی فرماں برداری اور خدمت کرتی رہے۔ان کی کسی بات کا جواب نہ دے۔ان کے مقابلے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ان کے آرام اور ان کی خوشی کے لیے جسم اور خیال کی سب تکلیفیں برداشت کرتی رہے۔ان کے لیے اچھی دعا کرتی رہے۔اور یہ سب کچھ کر کے بھی یقین رکھے۔کہ ہم نے ان کا کچھ بھی حق ادا نہ کیا۔

ایمان کی بات ہے تم اپنے ماں باپ کی کتنی بھی خدمت کرو۔لیکن ان کے احسانوں کا بدلہ کبھی نہیں اتار سکتے۔

ماں نے تمہیں مہینوں اپنے پیٹ میں مصیبتوں سے رکھا۔مصیبتوں سے پیدا کیا۔اور مصیبتوں سے تمہیں پالا ہے۔اپنے تمام عیش و آرام کو تمہاری راحت پر قربان کر دیا۔تم ہاتھ پاؤں بھی ٹھیک سے ہلانے کی سکت نہ رکھتے تھے۔اتنے کمزور تھے کہ کروٹ بھی نہ بدل سکتے تھے۔مگر تمہاری مہربان ماں تمہیں اپنا دودھ پلاتی رہی۔اور اپنے کمزور ہونے کی بھی کوئی پرواہ نہ کی۔تم پڑے پڑے گندے ہو جاتے تھے۔وہ تمہاری گندگی صاف کرتی رہی۔اپنی نیند خراب کر کر کے اور ٹہلا ٹہلا کر تمہیں سلاتی رہی۔ہر آفت سے بچاتی رہی۔خود بھوکی رہی مگر تمہارا پیٹ بھرتی رہی۔خود سردی کھاتی رہی۔لیکن رات کو بار بار جاگ کر تمہیں کپڑا اڑھاتی رہی۔راتوں کو اٹھ اٹھ کر تمہارے لیے دعائیں کرتی رہی۔وہ کون سی خدمت ہے جو اس نے نہیں کی۔اور کون سا آرام ہے جو تمہیں نہیں پہنچایا۔

یہی حال باپ کا بھی رہا۔کہ اس نے تمہاری خاطر اپنے کسی آرام کی کوئی پرواہ نہیں کی سردی میں بھی اور گرمی میں بھی گھر سے باہر جا کر دنیا کی سب مصیبتیں

جھیلتا رہا۔ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی تمہارے لئے اور تمہاری ماں کی لیے لاتا رہا۔ تمہاری اور تمہاری ماں کی تمام ضرورتین پوری کرتا رہا۔ دوا۔ علاج۔ کپڑے۔ کھانے۔ کتابیں۔ کھلونے غرض ہر چیز تمہارے لیے بڑی محنت سے مہیا کرتا رہا۔ تمہاری تعلیم کا سارا بوجھ اٹھاتا رہا۔

پھر یہ بھی دیکھو۔ کہ ماں اور باپ دونوں یہ خدمتیں اور یہ احسان تم پر کیوں کرتے رہے؟

کیا تم انہیں کوئی تنخواہ دیتے تھے؟ کیا تم نے ان پر کوئی احسان کیا تھا۔ یا ان کی کوئی بڑی خدمت کی تھی؟ تم تو اپنے ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتے تھے۔ تمہیں تو کوئی بات کرنی بھی نہیں آتی تھی۔ یہ سارے احسان وہ مفت کرتے رہے۔

اگر ہزار ہا روپیہ ماہوار پر کوئی نوکر رکھا جائے۔ تو وہ بھی ایسی محبت' ایسی بے غرضی اور ایسی محنت سے تمہاری خدمت نہیں کرسکتا تھا۔

تم میں جب خوش نصیب بچوں کے ماں یا باپ یا دونوں زندہ ہیں۔ وہ دیکھ سکتے ہیں۔ ماں باپ کی یہ محبت اور بے غرض خدمت آج تک اسی طرح قائم ہے۔ اور وہ کبھی تمہاری خدمت سے اکتائے نہیں۔

اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اپنے آپ سے پوچھو۔ کہ کیا تم اپنے ماں باپ کے احسانوں کا ساری عمر بھی بدلہ اتار سکتے ہو؟

کبھی نہیں اتار سکتے۔

پس اس اولاد سے زیادہ بدبخت کون ہے جو اپنے ماں باپ کو ناراض کرے۔ ان کا کہانہ مانے۔ ان کی فرماں برداری اور خدمت سے جی چرائے۔ اور ان کے احسانوں کو بھلا دے؟

خوب یاد رکھو۔ کہ آج جو کچھ اپنے ماں باپ کے ساتھ کرو گے۔ کل وہی

Marfat.com

تمہارے ساتھ تمہارے بچے بھی کریں گے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کریم نے بار بار والدین کے ساتھ اچھے سلوک کی تاکید کی ہے۔ (۱)

کہیں فرمایا ہے۔ کہ ان کے آگے عاجزی کے بازو کو جھکائے رکھو۔ (۲)

کہیں کہا ہے۔ کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کرو۔ اور انہیں جھڑک کر بات نہ کرو۔ (۳)

کہیں حکم دیا ہے۔ کہ ان کے لیے یوں دعا کرو۔ کہ اے اللہ جس طرح انہوں نے بچپن میں مجھے پالا پوسا ہے۔ تو بھی ان پر اسی طرح رحمت بھیج۔ (۴)

پس ہمیشہ یاد رکھو۔ کہ تم ترقی اور کامیابی اسی طرح پا سکتے ہو۔ کہ اپنے ماں باپ کو خوش کر کے ان کی دعائیں لو۔

۱۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا (والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔) (سورۃ النساء۴: آیت:۳۶)

۲۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (والدین کے سامنے عاجزی کے بازو جھکائے رکھو)
(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: آیت ۲۴)

۳۔ وَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا (ان کو اُف بھی نہ کرو اور نہ اُن کو ڈانٹو۔)
(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: آیت ۲۳)

۴۔ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ (یوں دعا کرو کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحمت نازل فرما۔ جس طرح انہوں نے بچپن میں پالا ہے۔) (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: آیت ۲۴)

Marfat.com

ثابت قدمی

ضد اور بہادری کے بیان میں تم نے ثابت قدمی کا تھوڑا سا ذکر پڑھا ہے۔ وہ مختصر سا ذکر ہے جو ضد اور بہادری کے ساتھ آ گیا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ثابت قدمی بہادری کا ایک حصہ ہے۔ لیکن یہ ایک الگ خوبی بھی ہے۔ ثابت قدمی کے معنی ہیں کسی اچھی بات پر جمے رہنا۔ اور اس راستے میں جو مشکل بھی آ پڑے اس کا مقابلہ کیے جانا۔

یہ ایک ایسی خوبی ہے جس کے بغیر دنیا کے کسی کام میں کامیابی نہیں ہوتی۔

دیکھو تمہارے سامنے کئی طرح کے بڑے بڑے لوگ موجود ہیں۔ ان میں کوئی انجینئر ہے۔ کوئی ڈاکٹر۔ کوئی لیڈر ہے کوئی پروفیسر۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا یہ لوگ ایک دم چھلانگ مار کر اتنی بڑی بڑی جگہوں پر پہنچ گئے؟

ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ جس جگہ پر اس وقت موجود ہیں۔ اس کی تیاری یہ بہت دنوں سے کر رہے تھے۔ برسوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی لیاقت اور قابلیت کو بڑھاتے گئے۔ اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑے مرتبے پر پہنچا دیا۔

اگر آج ایک شخص ڈاکٹری پڑھنی شروع کرے۔ اور چند دنوں کے بعد گھبرا کر اسے چھوڑ بیٹھے۔ پھر انجینئری پڑھنی شروع کر دے۔ پھر جب اس میں کچھ مشکلیں نظر آئیں تو تجارت کا کام شروع کر دے۔ پھر جب اس سے دل گھبرا جائے۔ تو کچھ اور کرنا شروع کر دے۔ تو جانتے ہو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟

اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ کچھ بھی نہ بن سکے گا۔

Marfat.com

ایسے لوگ مستقل مزاج نہیں ہوتے۔کبھی ادھر جاتے ہیں کبھی ادھر۔لیکن جہاں بھی جاتے ہیں۔کچھ نہ کچھ محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔اور وہ اس سے گھبرا جاتے ہیں۔اور اپنی لائن پھر بدل دیتے ہیں۔

یہ خوب یاد رکھو۔کہ تم جو کام بھی کرو گے اس میں محنت کرنی پڑے گی۔اس میں قدم قدم پر مشکلیں اور دقتیں بھی پیش آئیں گی۔بس یہی موقع ہوتا ہے ثابت قدم رہنے کا۔

آدمی اسی میں لگا رہے۔جما رہے۔کوشش پر کوشش کئے چلا جائے اور ہمت نہ ہارے۔تو ایک دن اسے کامیابی حاصل ہو ہی جائے گی اور اگر کسی موقع پر گھبرا کر جی چھوڑ گیا۔تو سمجھ لو کہ اب وہ گیا۔اب وہ آگے ترقی نہیں کر سکے گا۔

ثابت قدمی کہتے ہیں لگا تار اور برابر کسی کام میں لگے رہنے کو۔ہر کام آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا ہی ہوتا ہے۔شروع کی تھوڑی سی کامیابی کو کچھ نہ سمجھ کر ٹھکرا دینا بڑی نامردی اور بے وقوفی ہے۔

غور سے دیکھو تو یہ نظر آئے گا۔کہ غیر مستقل مزاج اکثر وہی لوگ ہوتے ہیں جو جلد باز ہوتے ہیں۔ثابت قدمی کو جلد بازی اور آرام طلبی ہی خراب کرتی ہے۔

لوگ یہ چاہتے ہیں۔کہ ہم جو خواہش کریں وہ فوراً پوری ہو جائے۔اور اس میں کسی مشکل یا پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اسی لیے جب وہ دیکھتے ہیں اس کام میں تو بڑی دیر لگے گی۔یا بڑی محنت کرنی پڑے گی۔تو وہ کام شروع کرنے کے بعد چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

دیکھو اللہ کریم تو ہر بات پر قدرت رکھتے ہیں۔وہ جو چاہیں ایک سیکنڈ میں کر سکتے ہیں۔لیکن وہ اپنے کسی کام میں جلدی نہیں کرتے۔ان کا ہر کام ایک خاص چال سے چلتا ہے۔

Marfat.com

موسم آہستہ آہستہ بدلتا ہے۔ درخت رفتہ رفتہ بڑھتا ہے۔ سورج دھیرے دھیرے چلتا ہے۔ چاند تھوڑا تھوڑا کر کے گھٹتا بڑھتا ہے۔ بچے کے جسم اور عقل مین آہستہ آہستہ ترقی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ قرآن بھی جو تم پڑھتے ہو۔ ایک ساتھ نہیں اترا بلکہ تیئیس سال مین تھوڑا تھوڑا کر کے اترا۔

قدرت کے سارے کام دھیمی چال سے کیوں ہوتے ہیں؟

اللہ کریم چاہیں تو سب کچھ آن کی آن میں کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کے سارے کاموں میں بھی وقت لگتا ہے۔ اس لیے ہمیں بھی کسی کام میں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے۔ کہ آہستہ آہستہ ہی کام ہوگا۔ اور تھوڑا تھوڑا ہی کر کے ہوتا جائے گا۔ ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہو۔ اس میں کوشش اور محنت کے ساتھ برابر لگے رہنا چاہیے۔ پھر اللہ چاہے گا تو اخیر میں کامیابی ضرور حاصل ہو جائے گی۔

تیمور لنگ کا ایک مشہور قصہ سنو۔

یہ اپنے دشمنوں سے شکست کھا کر اور ہمت ہار کر کہیں بیٹھ گیا۔ اور اپنی جان بچانے کے لیے کسی کھنڈر میں چھپ گیا۔

وہاں اس نے دیکھا کہ ایک چیونٹی اپنے قد سے بڑے دانے کو دیوار پر چڑھائے لئے جا رہی ہے۔ لیکن وہ ذرا اوپر جا کر دانے سمیت نیچے گر پڑی۔ وہ پھر دانہ لے کر اوپر چڑھی اور پھر دانہ گر گیا۔ وہ پھر دانے کو اوپر لے گئی۔ غرض اس طرح وہ دانہ ستر بار نیچے گرا۔ مگر چیونٹی نے ہمت نہ ہاری۔ آخر کار وہ اس دانے کو اوپر چڑھانے میں کامیاب ہوگئی۔

تیمور کو یہ دیکھ کر بڑی غیرت آئی۔ اپنے جی میں کہنے لگا کہ مجھ سے تو یہ چیونٹی اچھی۔ جس نے ہمت نہیں ہاری۔ اور میں ہمت ہار بیٹھا۔ یہ سوچ کر تیمور باہر نکل

Marfat.com

آیا۔ اردگرد سے فوجیں جمع کرنی شروع کیں۔ اور پوری ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دشمنوں سے ایسی لڑائی کی کہ انہیں ہرا کر بھگا دیا۔

دیکھو اس نے ایک ننھی سی چیونٹی سے سبق حاصل کیا اور کامیاب ہو گیا۔ اور ہم قرآن پڑھ کر بھی سبق حاصل نہ کریں تو افسوس ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ہر مصیبت میں صلوٰۃ اور ثابت قدمی کے ذریعے اللہ سے مدد چاہو۔ (1)

ا۔ اِسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ (ثابت قدمی اور صلوٰۃ کے ذریعے اللہ سے مدد مانگو۔)

(سورۃ بقرہ ۲: آیت: ۱۵۳)

Marfat.com

وقت کی پابندی

اگر کسی کمرے میں بہت سی چیزیں بے ڈھنگے پن سے بکھری پڑی ہوں۔ اور دوسرے کسی کمرے میں تمام چیزیں قرینے اور سلیقے سے رکھی ہوں۔ تو خوشنما کون سا کمرہ دکھائی دے گا؟

تم اس سوال کے جواب میں یہی کہو گے۔ کہ وہی کمرہ زیادہ خوشنما معلوم ہو گا۔ جس میں سب چیزیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک طرح رکھی ہوئی ہوں۔

ہر چیز اپنی جگہ قرینے سے رکھی ہو تو اس میں خوبصورتی بھی ہوتی ہے۔ اور یہ آسانی بھی رہتی ہے کہ جس چیز کی ضرورت ہو اسے بڑی آسانی سے ڈھونڈ لیتے ہو کیونکہ تم ہر چیز کی جگہ جانتے ہو۔ پھر ایک بڑا فائدہ اس میں یہ ہوتا ہے کہ جگہ زیادہ نہیں گھرتی۔ چیزوں کو اگر بکھیر کر رکھا جائے۔ تو بہت سی جگہ اکارت چلی جاتی ہے۔

انسان کا وقت بھی جگہ ہی کی طرح سمجھو۔ اپنے کاموں کے لیے وقت کو اگر بانٹ دو۔ تو اس میں بھی وہی فائدے دکھائی دیں گے۔ جو ایک سجے سجائے کمرے میں دکھائی دیتے ہیں۔ تمہارے کام خوبصورتی سے ہوں گے۔ اپنے وقت پر ہوں گے۔ جو کام کرو گے آسانی سے ہو جائے گا۔ اور تھوڑے وقت میں بہت سے کام ختم کر لو گے۔

تم ہر روز صبح اٹھنے سے لے کر سوتے وقت تک بہت سے کام کرتے ہو۔ ہاتھ منہ دھوتے ہو۔ نماز پڑھتے ہو۔ اسکول کا کام کرتے ہو۔ ناشتہ چائے کرتے ہو۔ کھانا کھاتے ہو۔ اسکول جاتے ہو۔ پڑھتے ہو۔ سیر کرتے ہو۔ کچھ گھر کا کام

کاج کرتے ہو۔ پھر سو جاتے ہو۔ یہ تمہارے ہر روز کے کام ہیں۔اب دیکھو اگر ان کاموں کے جدا جدا وقت مقرر نہ ہوں تو کیا ہوگا؟

کھانے کے وقت تم کھیلو گے۔کھیل کے وقت سو رہو گے۔سونے کے وقت اسکول جاؤ گے۔اسکول جانے کے وقت سو رہو گے۔اب سوچو کہ اس طرح بے وقت کام کرنے سے تمہارا کوئی کام بھی ڈھنگ سے ہوگا؟

کبھی نہیں ہوگا۔ نہ اسکول کی پڑھائی ٹھیک طرح ہوگی۔ نہ تندرستی ٹھیک رہے گی۔ نہ کھیل کود کا کام پورا ہوگا۔ سارے کاموں میں گڑ بڑ ہو جائے گی۔ زندگی سنور نہ سکے گی۔اور قیمتی وقت کی پابندی کا مطلب یہ ہے۔کہ ہر کام اپنے ٹھیک وقت پر ہو۔آگے پیچھے نہ ہو۔

دیکھو اگر تمہاری کوئی چیز کھوئی جائے تو تمہیں کتنا دکھ ہوتا ہے۔ پیسہ۔ کتاب۔ قلم۔کھلونا۔کپڑا۔کوئی چیز بھی کھو جائے تو تمہیں رنج ہوتا ہے۔مگر یہ ساری چیزیں ایسی ہیں۔کہ کھونے کے بعد پھر مل بھی جاتی ہیں۔

اگر قلم کھو جائے تو پھر مل بھی جاتا ہے۔اگر وہی قلم نہ ملے۔تو ویسا ہی دوسرا قلم لے سکتے ہو۔لیکن دیکھو وقت کا ایک منٹ بھی اگر کھو جائے تو وہ کبھی واپس نہیں آتا۔ جو وقت گزر گیا بس وہ ہمیشہ کے لیے گیا۔ کتنا ہی خرچ کرو وہ وقت کبھی واپس نہیں آ سکتا۔

اس لیے وقت کا بڑا خیال کرنا چاہئے۔اور جو وقت ملے اس سے اچھا کام لینا چاہئے۔وقت سے اچھا کام یوں لو۔کہ ہر کام کو ٹھیک وقت پر کرو۔ٹھیک وقت پر کام کرنے سے وقت برباد نہیں ہوتا۔اور تھوڑے وقت ہی میں بہت سے کام ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں وقت کی پابندی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

Marfat.com

دیکھو سورج نکلنے سے پہلے اگر تم صبح کی صلوٰۃ ادا کرلو۔ تو اس کا بہت ثواب ملے گا۔ اور سورج نکلنے کے بعد اس کی ادائیگی پر اتنا ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ صلوٰۃ قضا ہوگئی۔

یوں ہی اگر تم جان بوجھ کر رمضان کے روزے نہ رکھو۔ اور رمضان سے پہلے یا بعد دس مہینے کے روزے بھی رکھو۔ تو وہ ثواب نہیں ملے گا جو رمضان کے ایک مہینے میں ملتا ہے۔

اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ روزوں مین وقت کی پابندی کی جائے اسی سے ثواب ملتا ہے۔ بے وقت روزے رکھنے کا اتنا ثواب نہیں ملتا۔

صلوٰۃ تمہیں وقت کی پابندی سکھاتی ہے (1)۔ روزہ بھی تمہیں وقت کا پابند بناتا ہے۔ وقت کی یہ پابندی صرف عبادات میں ہی ضروری نہیں۔ ہر کام میں وقت کی پابندی ضروری چیز ہے۔

اگر تمہیں کہیں ریل کا سفر کرنا ہو۔ تو تم کو خیال لگا رہتا ہے۔ کہ اسٹیشن پر پہنچنے میں دیر نہ ہو جائے۔ اگر ایک منٹ بھی دیر کر کے پہنچو گے۔ تو گاڑی چھوٹ چکی ہو گا۔ دیکھو ایک منٹ کی دیر میں کتنا بڑا نقصان ہو جاتا ہے۔

آج سے دل میں ٹھان لو۔ کہ ہم اپنا ہر کام ٹھیک وقت پر کریں گے۔ صبح اٹھنے سے لے کر دوسرے دن صبح اٹھنے تک ہر کام میں ٹھیک وقت کے پابند رہیں گے۔ اگر تم وقت کی پابندی شروع کر دو۔ تو چند دنوں میں اس کی بہت سی برکتیں دیکھ لو گے۔ جو لوگ وقت کے پابند نہیں ہوتے۔ ان پر کوئی بھروسا نہیں کرتا۔ اور وہ بڑے آدمی بھی نہیں بنتے۔

۱۔ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ (سورۃ النساء۴: آیت:۱۰۳)

(مسلمانوں پر نماز وقت کی پابندی کے ساتھ لازم ہے۔)

Marfat.com

ہمدردی

تمہارے کسی دوست یا رشتے دار کو کوئی تکلیف ہو تو ضرور تمہیں بھی کچھ نہ کچھ رنج پہنچتا ہے کبھی یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک آدمی کو تم جانتے بھی نہیں۔ اس سے تمہارا کوئی واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ لیکن جب تمہیں یہ بتایا جائے۔ کہ اس کے ساتھ یہ ظلم ہوا۔ یا اسے یہ تکلیف پہنچائی گئی۔ تو یہ سن کر تمہیں افسوس ہوتا ہے۔ اس افسوس کے ساتھ اگر تمہارے دل میں یہ خواہش بھی ہو۔ کہ ہم اس کی کچھ مدد کریں۔ تو اسی خواہش کا نام ہمدردی ہے۔ ہمدردی کا مطلب ہے کسی کے دکھ درد میں ساتھ دینا اور مدد کرنا۔ جو لوگ دوسروں کی کسی تکلیف کو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ان کو بے حس اور خود غرض کہا جاتا ہے۔

دیکھو اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو تو تم چاہتے ہو۔ کہ تمہاری تکلیف سے اسے افسوس ہو۔ بس یوں ہی سمجھ لو۔ کہ جس آدمی کو بھی کوئی دکھ ہو۔ فکر ہو۔ رنج ہو۔ وہ چاہتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے ساتھ ہمدردی کریں۔ جس طرح تمہیں ہمدردی سے خوشی ہوتی ہے۔ اس طرح دوسروں کا دل بھی اس سے خوش ہوتا ہے۔ اور جس کام سے بندہ خوش ہو۔ اس سے اللہ کریم بھی خوش ہوتے ہیں۔ اور جس بات سے بندوں کو تکلیف پہنچے اس سے اللہ کریم کو بھی رنج ہوتا ہے۔

اب آؤ تمہیں یہ بتائیں کہ ہمدردی کس کس طرح کی جاتی ہے۔ ہمدردی سب سے پہلے تو زبان سے کی جاتی ہے۔ مصیبتیں بہت طرح کی ہوتی ہیں۔ جس قسم کی مصیبت والے کو دیکھو یا اس کے پاس جاؤ۔ اس سے ایسی باتیں کرو۔ کہ اس کا

دل خوش ہو۔ اور وہ اپنی تکلیف کو بھول جائے۔ اگر تمہارا کوئی ساتھی امتحان میں فیل ہو گیا ہو۔ اور وہ افسوس کے مارے سست پڑ گیا ہو۔ تو اس سے یوں کہو کہ: بھئی اس میں افسوس کی کوئی بات نہیں۔ انسان پاس بھی ہوتا ہے اور فیل بھی ہوتا ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے آدمی تندرست بھی رہتا ہے۔ اور بیمار بھی پڑ جاتا ہے۔ دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن آتا ہی رہتا ہے۔ اس میں رنج ہونے کی تو بات ہی نہیں۔ ایک امتحان میں فیل ہونے والے دوسرے امتحان میں سب سے زیادہ کامیاب ہوتے ہیں۔ گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں۔ اپنا حوصلہ قائم رکھو۔ اور ہمت سے، محنت سے کام لو۔ ایسی معمولی باتوں سے گھبرایا نہیں کرتے۔ اگر تم کسی چیز میں کمزور ہو تو ہم تمہاری اس میں پوری مدد کریں گے۔ بس اب اس رنج کو دل سے بالکل بھلا دو۔ اور چلو ہمارے ساتھ کرکٹ کھیلنے۔

اس طرح کی باتیں کر کے اس کی ہمت بندھاؤ۔ اسے ڈھارس دو۔ اور ہنسی کھیل کی باتیں کر کے اس کا دل بہلاؤ۔ تو اس کا رنج کم ہو جائے گا۔ اور اس کی تندرستی پر اچھا اثر پڑے گا۔ یہ ہے زبانی ہمدردی کا ایک طریقہ۔ اسی طرح کوئی بیمار ہو۔ کسی کا مال کا نقصان ہو گیا ہو تو اس سے بھی ایسی ہی باتیں کرو۔ کہ اس کا رنج کم ہو جائے۔ کوئی مر جائے تو اس کے عزیزوں سے بھی افسوس کرو۔ اور وہاں ہنسی کھیل کی کوئی ایسی بات نہ کرو۔ کہ اس کا رنج اور بڑھ جائے۔

یہ تو ہوئی زبانی ہمدردی۔ لیکن اس سے بڑی ہمدردی وہ ہوگی۔ جو تم اپنے ہاتھ پاؤں یا مال سے کرو گے۔ کسی بھولے بھٹکے کو راستہ بتا دو۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلا دو۔ کسی غریب کو پیسے دے دو۔ کسی کمزور کا بوجھ اٹھا دو۔ کسی ضرورت مند کو قرض دے دو۔ کسی کمزور ساتھی کو کوئی سبق پڑھا دو۔ کسی کا کوئی کام کر دو۔ غرض ضرورت کے وقت جس کسی کے ساتھ بھی کوئی نیکی کرو گے وہ ہمدردی کا کام ہوگا۔

Marfat.com

ہمدردی کا ایک بڑا کام اور بھی یاد رکھو۔ یہ کام دل کی ہمدردی ہے۔سب سے بڑی بات یہی ہے۔کہ دوسرے کے مصیبت سے اپنے دل کو افسوس ہو۔اس کے لئے تمہیں بندوں کے سامنے نہیں اپنے خدا کے سامنے جھکنا چاہیئے۔اور دوسروں کی تکلیف دور ہونے کے لے اللہ کریم سے دعا بھی کرنی چاہیئے۔تمہاری یہ ہمدردی سب سے بڑی ہمدردی ہو گی۔دکھی لوگوں کے لیے اللہ کریم سے دعا ضرور کیا کرو۔مگر اس کا ذکر کسی سے نہ کرو۔جب کسی کے دل میں سچی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔تو وہ زبان سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور عمل سے بھی۔جب دل۔زبان اور عمل تینوں ہمدردی کریں تو سچی ہمدردی ہوتی ہے اور اس کا بڑا ثواب ملتا ہے۔تمہارے ساتھ کوئی ہمدرردی کرے یا نہ کرے۔مگر تم سے جتنا بن پڑے دوسروں کے ساتھ ہر طرح کی ہمدردی کرتے رہو۔

ایک بات اور یاد رکھو۔اپنے دوستوں کے ساتھ۔اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کے ساتھ تو سبھی ہمدردی کرے ہیں۔کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو ان سب کو شکایت ہو گی۔اور وہ بھی ضرورت کے وقت ہمدردی نہ کریں گے۔اپنوں کے ساتھ ہمدردی کرے یا نہ کرے۔تم سے ہمدردی چاہے یا نہ چاہے تم اسے اور وہ تمہیں جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔کچھ بھی ہو مگر تم اپنی ہمدردی کا حق ادا کیئے جاؤ۔انسانیت کی اس سے بڑی کوئی خدمت نہیں۔اور اللہ کریم کے نزدیک اس سے بڑی کوئی عبادت نہیں۔

Marfat.com

چیونٹے سے نصیحت

ذخیرہ ہے جب چیونٹا کوئی پاتا   تو بھاگا جماعت میں ہے اپنی آتا
انہیں ساتھ لے لیکے ہے یاں سے جاتا   فتوح اپنی ایک ایک کو ہے دکھاتا
سدا ان کے ہیں اس طرح کام چلتے
کمائی سے ایک اک کی لاکھوں ہیں پلتے

جب اک چیونٹا جس میں دانش نہ حکمت   بنی نوع کی اپنے برلائے حاجت
معیشت سے ایک اک کو بخشے فراغت   کرے ان پہ وقف اپنی ساری غنیمت
تو اس سے زیادہ ہے بے غیرتی کیا
کہ ہو آدمی کو نہ پاس آدمی کا

غضب ہے کہ جو نوع ہو سب سے برتر   گنے آپ کو جو کہ عالم کا سرور
فرشتوں سے جو سمجھے اپنے کو بڑھ کر   خدا کا بنے جو کہ دنیا میں مظہر
نہ ہو مردمی کا نشاں اس میں اتنا
مسلم ہے مٹی کے کیڑوں میں جتنا

Marfat.com

دوستی

دنیا میں ہر چھوٹے بڑے آدمی کا کوئی نہ کوئی دوست ہوتا ہے۔ یوں ہی ہر چھوٹی بڑی لڑکی کی کوئی سہیلی بھی ہوتی ہے۔ یہ دوست یا سہیلیاں ایک ہی نہیں زیادہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جانتے ہو یہ دوستی کیوں ہوتی ہے؟ ایک تو اس لیے یہ دوستی ہوتی ہے۔ کہ دو یا زیادہ آدمی عمر میں قریب قریب برابر ہوتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ چھوٹے بچوں کی دوستی بڑوں اور بوڑھوں سے نہیں ہوتی۔ ان کے ہم سن بچوں ہی سے ہوتی ہے۔ یوں ہی بڑوں کی دوستی ان سے ہوتی ہے جو ان کے ہم عمر ہوں۔ دوستی کی ایک وجہ ہم وطنی بھی ہوتی ہے۔ جب چند آدمی ایک ہی محلے یا گاؤں یا ایک ہی شہر کے رہنے والے ہوں۔ تو ان میں بھی دوستی ہو جاتی ہے۔ یوں ہی اگر کچھ لڑکے ایک ہی اسکول میں یا ایک ہی جماعت میں پڑھتے ہوں۔ تو وہ بھی آپس میں دوست بن جاتے ہیں۔

دوستی کی ایک بڑی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ جب کچھ آدمیوں کی عادت یا پسند ایک جیسی ہوتی ہے۔ تو ان میں بھی دوستی ہو جاتی ہے۔ اگر تمہیں صرف کرکٹ کا کھیل پسند ہے۔ تو کسی کرکٹ کے کھلاڑی ہی سے تمہاری دوستی زیادہ ہوگی۔ فٹ بال کے کھلاڑے سے اتنی زیادہ دوستی نہ ہوگی۔ یونہی سمجھو کہ جس لڑکے کو حساب سے زیادہ دل چسپی ہوگی۔ اس کی زیادہ دوستی بھی اسی سے ہوگی۔ جس کا حساب میں زیادہ دل لگتا ہو۔ غرض جو آدمی جس بات کو پسند کرتا ہے۔ اس کی دوستی بھی اسی بات کو پسند کرنے والے کے ساتھ ہوتی ہے۔ عادت اچھی ہو یا بری۔ دوستی اسی

Marfat.com

کے ساتھ ہوتی ہے جس میں وہ عادت ہو۔ چور کی دوستی چور کے ساتھ ہوتی ہے۔ کھلاڑی کی کھلاڑی کے ساتھ۔ اور پڑھنے والے کی پڑھنے والے کے ساتھ۔

اگر تم کسی کے بارے میں یہ جاننا چاہو۔ کہ یہ کس طرح کا آدمی ہے۔ اچھا ہے یا برا ہے۔ تو اس کے دوستوں کو دیکھ لو۔ اگر اس کے دوست اچھے آدمی ہیں تو سمجھ لو کہ وہ بھی اچھا ہے۔ اور اگر اس کے ساتھی اچھے نہ ہوں تو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ وہ بھی کچھ اچھا نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ جو جس طرح کا ہوتا ہے وہ اپنے دوست اور ساتھی بھی اسی طرح کے ڈھونڈ لیتا ہے۔

اب تم اچھی طرح سمجھ گئے ہوگے۔ کہ تمہارے ساتھی کیسے ہونے چاہئیں۔ اور تمہیں کیسے لڑکوں سے دوستی رکھنی چاہئے۔ اگر تم نے برے لڑکوں کے ساتھ دوستی کی تو ان کی بری عادتیں تم میں پیدا ہو جائیں گی۔ اور اچھوں کی دوستی سے تمہارے اندر اچھی عادتیں پیدا ہوں گی۔ اس لیے ایسے ہی لڑکوں کو اپنا دوست بناؤ جو گالی نہ بکتے ہوں۔ پڑھائی میں دل لگاتے ہوں۔ بڑوں کا کہنا مانتے ہوں۔ دوسری اچھی عادتیں رکھتے ہوں۔

اب سنو کہ دوست اور دوستی کے کیا حق ہوتے ہیں۔ جن کو پورا کرنا ضروری ہے۔ دوست کا سب سے بڑا حق یہ ہوتا ہے کہ اس کی بھلائی جس بات میں ہو وہی کی جائے۔ اگر وہ بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرو۔ اس کی خیریت پوچھنے اس کے پاس جاؤ۔ اس کا دل بہلاؤ۔ اس کو تسکین دو تا کہ اس کی گھبراہٹ دور ہو۔ ڈاکٹر کو بلانے یا دوا لانے کا کوئی کام ہو یا اور کوئی خدمت ہو تو کرو۔ اگر وہ ضرورت مند ہو تو وہ تم سے کہے یا نہ کہے مگر تم اس کی جو مدد کر سکتے ہو کرو۔ زبان سے۔ مال سے۔ ہاتھ پاؤں سے۔ دل اور دماغ سے۔ وقت سے۔ غرض جس چیز سے بھی اس کی مدد ہو سکتی ہو کرو۔ اور یہ مدد اس طرح کرو۔ کہ وہ تمہارے احسان سے شرمندہ نہ

Marfat.com

ہو۔اس کی عزت ہر حال میں باقی رہے۔پھر یہ مدد کر کے اس پھر کبھی احسان نہ جتاؤ۔نہ کسی سے اس کا ذکر کرو۔احسان کا کوئی بدلہ وصول کرنے کا دل میں خیال بھی نہ لاؤ۔اتنی خواہش بھی نہ کرو کہ وہ تمہارا شکریہ ادا کرے۔غرض یہ مدد اس طرح ہونی چاہیئے کہ گویا تم نے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔اور تم اسے بھول چکے ہو۔

دوست کو جو بات ناگوار ہو وہ کبھی نہ کرو۔اس سے اس کے دل کو دکھ ہو گا۔اور دوستی کمزور ہو جائے گی۔دوست سے جو وعدہ کرو اسے ضرور پورا کرو۔اسے کبھی کسی بات میں دھوکا نہ دو۔جب ملو تو ہنس مکھ بن کر ملو۔اگر وہ تمہیں کڑھتا ہوا دیکھے۔تو اسے بھی کڑھن ہو گی۔

دوستی کا ایک بہت بڑا حق یہ ہے۔کہ وہ اگر کوئی راز کی بات تم سے کہے تو وہ کسی کو نہ بتاؤ۔اگر اس سے کبھی کوئی شکایت پیدا ہو تو دوسروں کے سامنے اس کا کبھی ذکر نہ کرو۔یہ چغلی ہو جائے گی۔بس اپنے دوست ہی سے اکیلے میں اپنی شکایت بڑی خوبصورتی سے بیان کر دو۔اور اسے سوچنے کا موقع دو۔

دوست کا سب سے بڑا حق یہ ہے۔کہ جب اسے کسی برے راستے کی طرف جاتے دیکھو۔تو زور اور شرافت سے سمجھا بجھا کر ادھر جانے سے روک دو۔اور ہمیشہ نیک راستے چلنے پر ابھارتے رہو۔بس یوں سمجھو کہ جتنی اچھائیاں اپنے لیے پسند کرتے ہو وہ اپنے دوست کے لیے بھی پسند کرو۔اور جن خراب باتوں سے آپ بچنا چاہتے ہو۔ان سے اسے بھی بچاؤ۔اور پھر یہ کوشش کرتے رہو۔یہ دوستی چار دن کی نہ ہو۔بلکہ زندگی بھر رہے۔اس کے بہت سے فائدے تمہیں آگے چل کر معلوم ہوں گے۔

لالچ

اگر تم کوئی چیز کھا رہے ہو۔ اور ایک لڑکا تمہیں گھور گھور کر دیکھنے لگے تو تمہیں بہت برا لگے گا۔ تم اپنے جی میں کہو گے۔ کہ اسی لیے ہمیں کھاتے دیکھ رہا ہے کہ ہم اسے بھی دیں۔ دیکھنے کو تو ماں باپ بھی اپنے بچوں کو کھاتے وقت دیکھا کرتے ہیں۔ مگر ان کی یہ نیت نہیں ہوتی۔ کہ یہ بچہ ہمیں بھی اپنا حصہ دے دے۔ اس دیکھنے کو کوئی لالچ نہیں کہے گا۔ لالچ اصل میں دل کی ایک چاہت ہوتی ہے۔ اور آدمی کی نگاہوں سے یا اس کی حرکتوں سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یہ لالچ کر رہا ہے۔

لالچی آدمی کہیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ یہ ہمیشہ اس فکر میں رہتا ہے۔ کہ دوسروں کی چیز لے لے۔ خود اپنی کوئی چیز تو کسی کو دیتا نہیں۔ دوسرے کی ہر چیز مانگ کر یا بے مانگے لے لینے کی فکر کرتا رہتا ہے۔ لالچی آدمی کا جی کبھی بھرتا نہیں۔ ایک چیز مل جائے تو دوسری بھی لینا چاہتا ہے۔ اور دوسری چیز بھی مل جائے۔ تو تیسری چیز لینے کی خواہش کرتا ہے۔ اس کی یہ خواہش بڑھتی ہی جاتی ہے۔ وہ یہ تو کرتا نہیں کہ اپنی محنت سے کمائے۔ اور اپنی پسند کی چیزیں لے۔ بس یہ سوچتا رہتا ہے۔ کہ کہیں سے مفت سی سب کچھ مل جائے۔

آہستہ آہستہ ایسا آدمی بے غیرت اور بے شرم ہو جاتا ہے۔ اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اس لیے تم کسی کے پاس کوئی چیز دیکھ کر اس کا لالچ نہ کرو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہو اسی پر قناعت اور صبر کرتے رہو۔ کوشش اس بات کی کرو۔ کہ تم کسی کی چیز کو آنکھ اٹھا کر بھی اس لیے نہ دیکھو۔ کہ وہ تمہیں یوں ہی مفت

Marfat.com

دے دے۔

کسی کے پاس اچھی چیز دیکھ کر تو ہر ایک چاہتا ہے۔ کہ ہمارے پاس بھی یہ چیز ہو جائے۔ یہ کوئی بری بات نہیں۔ ہر آدمی کے اندر خواہش موجود ہوتی ہے۔ بری بات صرف یہ ہے۔ کہ اسے اس نیت سے دیکھو۔ کہ یہ ہمیں دے دے یا ہم اس سے چھین لیں۔ تمہیں تو ایسا ہونا چاہئے۔ کہ کوئی بے مانگے بھی کوئی چیز مفت دے تو نہ لو۔ اور اگر لو تو کسی وقت اس کا بدلہ چکا دو۔ یہ نہ معلوم ہو کہ تم صرف لینا جانتے ہو۔ اور دینا نہیں جانتے۔ لالچی آدمی کی یہی پہچان ہے کہ وہ دوسرے کی چیز تو لے لیتا ہے۔ اور اپنی چیز اسے نہیں دیتا۔ تو کہو کہ جو لالچی ہوتا ہے۔ وہ خود غرض اور بخیل بھی ہوتا ہے۔ اس میں غیرت ہوتی ہے نہ ہمدردی ہوتی ہے۔ لالچ خود ایک ہی برائی نہیں بلکہ اس کی وجہ سے کئی ایک برائیاں اور بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ لالچ کو چھوڑ دیا جائے۔ تو بہت سی دوسری برائیاں خود بخود چھوٹ جاتی ہیں۔

دیکھو لوگ چوری کیوں کرتے ہیں؟ اس لیے کرتے ہیں کہ کوئی چیز ان کے پاس نہیں ہوتی۔ تو وہ اسے کسی طرح لینا چاہتے ہیں۔ بے مانگے وہ چیز مل نہیں سکتی۔ مانگیں تو ان کو خیال ہوتا ہے۔ کہ لوگ لالچی کہیں گے۔ اور پھر بھی خدا جانے وہ چیز ملے یا نہ ملے۔ اس لیے وہ اسے لینے کے لیے چوری کرتے ہیں۔ تم نے دیکھا؟ لالچ انسان کو بے غیرت بھی بنا دیتا ہے اور بخیل بھی۔ لالچ ہی سے انسان خود غرض بھی بن جاتا ہے اور چور بھی۔ ایسے آدمی کی نیت کبھی نہیں بھرتی۔ ہر روز اس کی ہوس بڑھتی جاتی ہے۔ اور پھر اس پر کسی نہ کسی طرح کی تباہی آ جاتی ہے۔

آؤ اب ہم تمہیں ایک بڑے کام کی بات بتائیں۔ یہ تو تم سن چکے ہو۔ کہ کسی کی کوئی چیز دیکھ کر اسے لینے کی خواہش کئی لوگوں کو ہوتی ہے۔ اس خواہش کو مٹانا بہت ہی مشکل ہے۔ اس لیے اس سے کوئی اچھا کام لو۔ تو ایک دن تم بہت بڑے

Marfat.com

آدمی بن جاؤ گے۔ اگر تم لالچ میں ہو تو اس کو ختم کرنے کی فکر مت کرو۔ خوب لالچ کرو۔ مگر کس چیز کا لالچ۔ کسی کے کھلونے کا نہیں۔ کپڑے کا نہیں۔ کھانے کی چیز کا نہین۔ بس تم اس بات کا لالچ کرو۔ کہ جس آدمی میں جو اچھی عادتیں ہیں وہ ہم میں بھی پیدا ہو جائیں۔ کوئی لڑکا اچھے نمبروں سے پاس ہو۔ تو تم بھی اس کا لالچ کرو۔ اور اتنی محنت کرو۔ کہ تم اس سے بھی زیادہ نمبروں سے پاس ہو جاؤ۔ کسی کو ہمدردی کرتے ہوئے دیکھو تو تم بھی اس کا لالچ کرو۔ اور دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنے میں اس سے بھی بڑھ جاؤ۔ کسی کو وقت کا پابند دیکھو تو تم بھی اس کا لالچ کر کے اس سے بھی زیادہ وقت کے پابند ہو جاؤ۔ کسی کو سچ بولتے دیکھو۔ تو یہ لالچ تم بھی اپنے اند پیدا کرو۔ اور ہمیشہ سچ بولو۔ غرض کسی کو کوئی نیکی کرتے دیکھو۔ کسی میں کوئی اچھی عادت دیکھو۔ تو اس کا لالچ کر کے تم بھی وہی کام کرنے لگو۔ ایسا لالچ بڑا اچھا ہوتا ہے۔ اور آدمی ایسے لالچ سے ترقی کرتا ہے۔ بس یوں سمجھ لو۔ کہ کسی کی اچھی بات کا لالچ کر کے وہی تم بھی کرو۔ تو یہ لالچ بڑا اچھا ہو گا۔ اور اس کے سوا اور جتنی طرح کے لالچ ہیں وہ سب برے ہیں۔ ان سے خود بھی بچو اور اپنے دوستوں کو بھی بچاؤ۔ تمہارے ساتھیوں میں اگر کوئی لالچی ہو۔ تو اسے بتاؤ کہ بھئی کسی کے مال۔ دولت۔ کھانے۔ کپڑے کا لالچ مت کرو۔ بس اس کی نیکیوں اور اچھی عادتوں کا لالچ کر کے وہی اچھائیاں اپنے اندر پیدا کرو۔ اور دوسرے سے آگے بڑھ جاؤ۔

Marfat.com

کوشش

اگر تم یہاں سے کسی دوسرے شہر میں جانا چاہو تو کیا صرف سوچتے رہنے سے پہنچ جاؤ گے؟ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ فقط پڑے پڑے سوچتے رہنے سے کوئی کام نہیں ہوا کرتا۔ چھوٹے سے چھوٹا کام بھی کرنا ہو۔ تو کچھ محنت اور کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر تم کسی دوسرے شہر میں جانا چاہو۔ تو تمہیں پہلے اسباب باندھنا پڑے گا۔ پھر کوئی سواری لے کر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچنا ہوگا۔ پھر ٹکٹ خرید کر پلیٹ فارم پر گاڑی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ جب گاڑی آئے گی تو ڈبے میں گھس کر اپنی جگہ بنانی پڑے گی۔ گاڑی چھوٹنے کے بعد راستے میں اپنے مال اسباب کی حفاظت کرنی ہو گی۔ پھر جہاں جانا ہے وہاں اتر کر کسی سواری پر جانا ہوگا۔ غرض بہت سے کام کرو گے۔ تو اس شہر میں پہنچو گے جہاں جانا ہے۔ اگر اپنی جگہ ہی بیٹھے ہوئے سوچتے رہو۔ روتے رہو اور دعائیں کرتے رہو۔ تو صرف اتنی سی بات سے تم کسی دوسرے شہر میں نہیں پہنچ جاؤ گے۔

بس یوں ہی سمجھو کے ہر کام کچھ نہ کچھ محنت چاہتا ہے۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ تم جس کام کے لیے کوئی محنت کرو اس میں کامیابی بھی حاصل ہو جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تمہیں کسی کام میں ناکامی بھی ہو۔ اس صورت میں صرف محنت ہی کی ضرورت نہیں ہوگی۔ بلکہ لگاتار محنت کا نام ہے کوشش۔ کوشش کے بغیر کوئی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ دیکھو تم حساب کا ایک سوال کرنے بیٹھو۔ اور اس کا جواب غلط آئے تو کیا کرو گے؟ کیا اسے چھوڑ دو گے؟ نہیں اس وقت تمہارا کام یہ ہوگا۔ کہ پھر سے

Marfat.com

سوال کرو۔ ایک بار ناکامی ہو تو دوبارہ پھر کوشش کرو۔ پھر جواب صحیح نہ آئے تو پھر کوشش کرو۔ اس طرح کئی بار سوال کرنے کے بعد تمہیں اپنی غلطی معلوم ہو جائے گی۔ اور تم ٹھیک جواب نکال لو گے۔

یوں کہنا چاہئے۔ کہ جب کسی کام میں ناکامی ہوتی ہے۔ تو اس کی وجہ اپنی ہی کوئی غلطی یا ناواقفیت ہوتی ہے۔ اور کوشش اسی غلطی کو دور کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ جب غلطی دور ہو جاتی ہے۔ تو کامیابی بھی ہو جاتی ہے۔

جو لوگ اپنی دوسری ناکامی کے بعد ہمت ہار جاتے ہیں وہ کوئی شاندار کام نہیں کر پاتے۔ کوشش کرنے والے کو یہ یقین رکھنا چاہئے۔ کہ آج ہم ناکام ہوئے ہیں تو کل ضرور کامیاب ہوں گے۔ کوشش میں ڈھیل وہی لوگ دیتے ہیں جو محنت سے جی چراتے ہیں۔ اور ذرا سی بات میں ناامید ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ یہ بڑی کمزوری کی بات ہے۔ ہمت کی کمی سے یہ بات ہوتی ہے۔ ہمت والے لوگ ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ اور اپنا قدم پیچھے نہیں ہٹاتے۔

اسکولوں میں پڑھنے والے بعض لڑکے کسی امتحان میں یا کسی مضمون میں فیل ہو جاتے ہیں۔ تو سمجھتے ہیں کہ اب ہمیشہ ہی فیل ہوتے رہیں گے۔ یہ بات بالکل غلط ہے اور کم ہمتی کی بات ہے۔ ناامید کبھی نہیں ہونا چاہئے۔ جو آدمی بھی لگاتار کوشش پر کوشش کرے گا وہ ضرور کامیاب ہوگا۔ جس طرح تندرستی کے بعد بیماری اور بیماری کے بعد تندرستی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اسی طرح کامیابی اور ناکامی بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔

مارکونی کا نام تم نے سنا ہوگا۔ ریڈیو اسی نے ایجاد کیا تھا۔ جب پہلے پہل اس نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا۔ کہ کسی تار برقی کے بغیر بھی آواز ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائی جا سکتی ہے۔ تو لوگ اس کو بے وقوف اور پاگل کہنے لگے۔ وہ بہت تجربے کرتا

Marfat.com

رہا۔اس نے ہمت نہ ہاری۔ ہرنا کامی کے بعداس کا قدم آگے ہی بڑھتا گیا۔آخر ایک دن ایسا آیا کہ اس نے ایک میل کے فاصلے سے ہیڈفون کے ذریعے لوگوں کو آواز سنوادی۔اس کے بعد وہ ترقی کرتا گیا۔اور ایسا کامیاب ہوا۔کہ آج ساری دنیا میں ریڈیو رائج ہو گیا۔اور ایک جگہ سے دنیا کے ہر حصہ میں آواز پہنچ جاتی ہے۔

ذرا سوچو اگر مارکونی ایک دو تجربے کے بعد جی چھوڑ بیٹھتا اور ہمت ہار جاتا۔تو کیا ریڈیو جیسی چیز کبھی دنیا کو مل سکتی تھی؟ مارکونی کی یہ کامیابی صرف اس کی لگاتار محنت اور کوشش کا پھل ہے۔آج تم اپنے کمرے میں بیٹھے بیٹھے امریکہ۔چین جاپان۔لندن کی خبریں۔گانے اور ڈرامے سن لیتے ہو۔یہ سب کچھ نتیجہ ہے ایک آدمی کی کوشش کا۔اگر تم بھی دنیا میں ایسا ہی کوئی بڑا کام کرنا چاہتے ہوتو محنت اور کوشش سے کبھی جی نہ چراؤ۔پہلے تو پڑھنے لکھنے میں خوب دل لگاؤ۔خوب محنت کرو۔اور سب سے بڑھ جانے کی کوشش کرو۔پھر آگے چل کر تم جس فن کے ماہر بننا چاہو۔اس میں اسی طرح لگاتار محنت اور ان تھک کوشش کرو۔تو ایک نہ ایک دن تم بھی کوئی ایسا بڑا کام کرلو گے۔کہ دنیا میں تمہارا نام باقی رہے گا۔اور اگر اس وقت ناامید ہو کر ہمت ہارو گے اور کوشش بھی چھوڑ دو گے۔تو آگے چل کر کیا کامیابی حاصل کرسکو گے؟ قرآن کریم نے سو بات کی ایک بات یوں کہہ دی ہے۔کہ انسان کو اس کی کوششوں ہی کا پھل ملتا ہے۔[1]

ا۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی (آدمی کے لیے اتنا ہی ہے جتنی وہ کوشش کرے۔)(سورۃ النجم۵۳:آیت:۳۹)

محنت کی برکات

ہوا کچھ وہی جس نے یاں کچھ کیا ہے
لیا جس نے پھل بیج بو کر لیا ہے
کرو کچھ کہ کرنا ہی کچھ کیمیا ہے
مثل ہے کہ کرتے کی سب بدیا ہے
یونہیں وقت سو سو کے ہیں جو گنواتے
وہ خرگوش کچھوؤں سے ہیں زک اٹھاتے

یہ برکت ہے دنیا میں محنت کی ساری
جہاں دیکھیے فیض اسی کا ہے جاری
یہی ہے کلیدِ درِ فضل باری
اسی پر ہے موقوف عزت تمہاری
اسی سے ہے قوموں کی یاں آبرو سب
اسی پر ہیں مغرور میں اور تو سب

گلستاں میں جوبن گل و یاسمن کا
سماں زلفِ سنبل کی تاب و شکن کا
قدِ دل ربا سرو اور نارون کا
رخ جاں فزا لالہ و نسترن کا
غریبوں کی محنت کی ہے رنگ و بو سب
کمیروں کے خوں سے ہیں یہ تازہ رو سب

ہلاتے نہ اگلے اگر دست و بازو
جہاں عطرِ حکمت سے ہوتا نہ خوشبو
نہ اخلاق کی وضع ہوتی ترازو
نہ حق پھیلتا ربع مسکوں میں ہر سو
حقائق یہ سب غیر معلوم رہتے
خدائی کے اسرار مکتوم رہتے

Marfat.com

بخل

تم فضول خرچی کے ذکر میں پڑھ چکے ہو۔کہ جو آدمی اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتا اور بے ضرورت چیزوں پر خرچ کرتا ہے۔وہ فضول خرچ ہوتا ہے۔اب یہ بات سمجھو۔کہ جو آدمی ضرورت کے وقت خرچ نہ کرے۔وہ بخیل ہوتا ہے۔فضول خرچی اور کنجوسی دونوں بری عادتیں ہیں۔ایک ضرورت سے زیادہ خرچ کرادیتی ہے۔اور دوسری ضرورت سے کم۔اگر کھانے میں نمک زیادہ پڑ جائے جب بھی کھانا بدمزہ ہوتا ہے۔اور کم ہو جب بھی مزہ خراب ہو جاتا ہے۔اسی طرح ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا بھی برا ہے۔اور ضرورت سے کم خرچ کرنا بھی۔

بخیل اور کنجوس بھی دراصل لالچی ہوتا ہے۔وہ چاہتا ہے۔کہ ہمارے پاس مال دولت جمع ہوتا چلا جائے۔اور خرچ نہ ہو۔ذرا سوچو کہ اللہ کریم نے روپیہ پیسہ کس لیے بنایا ہے۔اور آدمی کو کس کام کے لیے روپے پیسے دیئے ہیں۔جب تمہیں بھوک لگتی ہے۔تو کیا تم روپے کو پکا کر کھاتے ہو؟نہیں جب تمہیں کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے۔تو کیا روپے کو سی کر پہنتے ہو؟نہیں جب تمہیں مکان کی ضرورت ہوتی ہے۔تو کیا روپے اینٹوں کی طرح چن کر دیوار اور چھت بناتے ہو؟نہیں جب تمہیں اسکول کے لیے کتابوں اور کاپیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔تو کیا روپوں کو بچھا کر انہیں پڑھتے ہو یا ان پر لکھتے ہو؟نہیں جب کرکٹ کھیلنے کو تمہارا جی چاہتا ہے۔تو کیا روپے کو لپیٹ کر گیند تھاپی اور وکٹ بناتے ہو؟نہیں پھر سوچو روپے کا کیا کام ہوتا ہے؟یہی کام ہے نا کہ تم روپے کے ذریعے سے کچھ

Marfat.com

چیزیں خریدتے ہو۔ اور اپنی ضرورت پوری کرتے ہو؟

اب دیکھو ایک روپیہ کس کس طرح اور کس کس کے کام آتا ہے؟ فرض کرو تم نے ایک روپے کا کاغذ خریدا۔ تو تمہاری ضرورت پوری ہوگئی۔ اب وہ کاغذ والا کسی سے اسی روپے کا کھانا خریدتا ہے۔ کھانے والا اسی روپے سے کپڑا لیتا ہے۔ کپڑے والا کچھ اور لیتا ہے۔ اس طرح ایک ہی روپیہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور دوسری جگہ سے تیسری جگہ کھسکتا جاتا ہے۔ اور ہر ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوتی رہتی ہے۔ اور کبھی نہ کبھی ہزاروں چکر کاٹنے کے بعد پھر تمہارے پاس آجاتا ہے۔ اور پھر آگے کھسک کر یوں ہی ہر ایک کی ضرورت پوری کرتا ہوا پھر تمہارے پاس آجاتا ہے۔ بس یہی روپے کا کام ہے۔ اب دیکھو جو کنجوس آدمی اپنی ضرورت بھی اس روپے سے پوری نہیں کرتا۔ وہ صرف اپنا ہی نقصان نہیں کرتا۔ بلکہ ہزاروں ضرورت مندوں کا نقصان کرتا ہے۔ جس روپے سے ہزاروں آدمیوں کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اس روپے کو وہ روک کر بیٹھا رہتا ہے۔ ایک طرف دولت جمع ہوتی رہتی ہے۔ اور دوسری طرف غریبی بڑھتی جاتی ہے۔ پھر اس کا نتیجہ لڑائی اور فساد ہوتا ہے۔ کنجوس صرف دوسروں کے لیے کنجوس نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے لیے بھی کنجوس ہوتا ہے۔ (1)

اس کی مثال یوں سمجھو۔ کے اگر ایک نہر چل رہی ہو۔ تو ہر ایک کا بھلا اس میں ہے کہ اپنے اپنے کھیت کو سب لوگ پانی دیں۔ اب اگر کوئی بیچ میں چلتی نہر کو روک لے۔ کہ سارا پانی ہم ہی لیں۔ تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا؟ روکنے والے کے کھیت میں بہت پانی بھر جائے گا۔ اور دوسروں کے کھیت میں پانی ہی نہیں پہنچے گا۔ جہاں پانی بہت ہوگا وہ کھیت گل سڑ جائے گا۔ اور جہاں پانی نہیں پہنچا۔ وہ سوکھ جائے گا۔ یوں

ا۔ وَمَنْ یَبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَفْسِہٖ۔ (جو کنجوسی کرتا ہے وہ اپنے حق میں بھی کنجوس بن جاتا ہے)
(سورۃ محمد ۴۷: آیت: ۳۸)

Marfat.com

کھیت دونوں کے برباد ہو جائیں گے۔ یہی حال دولت کا ہے۔ کنجوس اور لالچی آدمی کوشش کرتا ہے کہ سارا مال ہم ہی اکٹھا کرلیں۔ اور دوسروں کو کچھ نہ ملے۔ پھر یہ ہوتا ہے۔ کہ دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ غریب بھوکے مرتے ہیں۔ اور دولت مند کے ہاں چوریاں ہوتی ہیں۔ اور ڈاکے پڑتے ہیں۔

کچھ نہ کچھ تمہیں بھی جمع کرنا چاہئے۔ لیکن اس لیے کہ کوئی اچانک ضرورت آ پڑے۔ تو یہ جمع پونجی کام آ جائے۔ لیکن اس طرح جمع نہیں کرنا چاہئے۔ کہ اپنی اور دوسروں کی ضرورت کے وقت بھی نہ خرچ کیا جائے۔

کنجوس آدمی کا دل بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ اور یہ بے رحم بھی ہوتا ہے۔ یہ صرف پیسے کا پجاری بن جاتا ہے۔ خدا کے بندوں کے ساتھ اسے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ اس کی ضرورت سے بہت زیادہ اس کے پاس روپیہ ہوتا ہے۔ مگر یہ وہ کسی غریب کو دیتا ہے نہ حاجت مند کو۔ نہ یہ کوئی نیک کام کرتا ہے۔ نہ قومی کاموں میں مدد کرتا ہے۔ نہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ نہ ننگوں کو کپڑے بنا کر دیتا ہے۔ نہ کسی طالب علم کی مدد کرتا ہے۔ نہ علم کو ترقی دیتا ہے۔ بلکہ حد تو یہ ہوتی ہے۔ کہ اپنی ذات پر بھی خرچ نہیں کرتا۔ اور اپنے بال بچوں کو بھی ترساتا رہتا ہے۔ بس صرف جمع کرتا رہتا ہے۔ یہ کسی نیک کام کے لیے بھی جمع نہیں کرتا۔ اسے خود کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ روپیہ کیوں جمع کر رہا ہے۔ بس جمع کرتا چلا جاتا ہے۔ مرتے وقت بھی اس کی جان آسانی سے نہیں نکلتی۔ اس کی جان حلق میں اٹکی رہتی ہے۔ وہ خدا کو یاد کرنے کی بجائے یہ سوچتا ہے کہ ہائے میرے روپے پر معلوم نہیں کون قبضہ کرلے گا۔

ایسے کنجوس لوگ اللہ کریم کے نافرمان ہوتے ہیں۔

اس لیے تم بھی بخیل نہ بننا۔ ہاں یہ بھی سمجھ لو۔ کہ بخل صرف مال ہی میں نہیں ہوتا۔ علم۔ وقت۔ مشورہ۔ ہاتھ پاؤں غرض جس چیز سے بھی دوسروں کو فائدہ پہنچ سکے۔ اس میں کوتاہی کرنا بخل ہے۔ اس لیے سب طرح کے بخل سے بچنا چاہئے۔

فضول خرچی

دنیا میں روپیہ پیسہ خرچ کرنے والے لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ایک تو وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتے ہیں۔دوسرے وہ ہوتے ہیں۔جو اتنا ہی خرچ کردیتے ہیں۔جتنا ان کے پاس آئے۔اور تیسرے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی آمدنی سے کم خرچ کرتے ہیں۔اور تم سے یہ پوچھا جائے کہ بتاؤ ان تینوں میں کون لوگ فضول خرچ ہیں۔تو تم یہ کہو گے کہ جو آمدنی سے زیادہ خرچ کرے وہی فضول خرچ ہوتا ہے۔مگر آؤ ہم تمہیں ٹھیک بتائیں۔کہ فضول خرچ کون ہوتا ہے؟ فضول خرچ وہ ہوتا ہے۔جو بے ضرورت خرچ کرے۔اگر مہینے میں تمہیں دو پنسلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔اور تم ہر مہینے دس خرید لو۔تو یہ فضول خرچی ہوگی۔کیونکہ جتنی پنسلوں میں تمہارا کام چل سکتا تھا اس سے بہت زیادہ پنسلیں تم نے لے لیں۔یوں ہی زندگی کی تمام ضرورتوں کو سمجھ لو۔

زندگی کی ضرورتیں کیا ہیں؟ کپڑے کے چند جوڑے۔کھانے کے چند نوالے۔اور سر چھپانے کو ایک کمرہ۔اور پڑھنے لکھنے والوں کے لیے کتابیں۔کاغذ اور دوات قلم وغیرہ۔دل بہلانے کے لیے کچھ شوقینی کی چیزیں۔جیسے پھولوں کے گملے۔تصویریں۔کھیل کے سامان۔سفر طے کرنے کے لیے سواری دنیا میں جتنے لوگ بھی روپیہ کماتے ہیں وہ ان ہی ضرورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔کوئی زیادہ کوئی کم۔جو امیر ہے وہ زیادہ خرچ کرتا ہے۔اور جو غریب ہے وہ کم خرچ کرتا ہے۔

جو شخص کسی ضرورت کے لیے کوئی اچھی سی چیز خریدتا ہے وہ فضول خرچ

Marfat.com

نہیں۔ اور جو بے ضرورت کچھ لیتا ہے وہ فضول خرچ ہے۔ اگر کسی کو کاروبار کے لیے موٹر کی ضرورت ہے۔ تو موٹر لینا فضول خرچی نہیں۔ اور بے ضرورت اگر وہ ایک بائیسکل بھی خریدے۔ تو یہ فضول خرچی ہوگی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ جو آدمی کسی ضرورت پر خرچ کرے۔ وہ یہ بھی دیکھ لے کہ اپنی آمدنی سے زیادہ تو نہیں خرچ کر رہا ہے۔ اگر زیادہ خرچ ہوتا ہو۔ اور اسے پورا کرنے کا سامان نہ ہو۔ تو یہ ضرورت پوری کرنا بھی فضول خرچی ہے۔ بعض بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کوئی آدمی کچھ بیچتا ہوا نکلا۔ جھٹ خریدنے پہنچ گئے۔ خواہ وہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہو یا دل بہلانے کی۔ کوئی چیز لینے سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمیں اس کی کوئی ضرورت ہے بھی یا نہیں؟ اگر کسی چیز کے بغیر کام چل سکتا ہو تو ہرگز نہ لینا چاہئے۔ اس سے عادت بگڑ جاتی ہے۔ پھر تو یہ ہوتا ہے کہ اپنے پاس پیسے نہ ہوں۔ تو بچے اپنے ماں باپ سے مانگتے ہیں۔ وہ نہ دیں تو ضد کرتے ہیں۔ روتے ہیں۔ مچلتے ہیں۔ کبھی یہ بھی کرتے ہیں۔ کہ گھر سے پیسے نہ ملیں تو کسی دوست سے قرض مانگ لیتے ہیں۔ اور اس طرح اپنا قرض بڑھاتے جاتے ہیں۔

تمہیں یہ چاہئے۔ کہ اگر تمہارے پاس پیسے ہوں بھی تو بے ضرورت کوئی چیز نہ لو جب بے ضرورت چیزیں لی جائیں۔ تو ٹھیک ضرورت کے وقت ہاتھ خالی ہوتا ہے۔ اور اس وقت انسان یہ سوچ سوچ کر پچھتاتا ہے کہ جو پیسے ہم نے بے ضرورت خرچ کر ڈالے وہ اس وقت ہوتے تو کام آجاتے۔ آج تمہیں تھوڑے پیسے ملتے ہیں۔ اگر تم نے اس وقت فضول خرچی کی عادت چھوڑ دی۔ تو آگے چل کر بھی تمہیں خرچ کی کوئی تنگی نہ ہوگی۔ اور اگر اس وقت تھوڑا بھی بے ضرورت خرچ کرنے کی عادت پڑ گئی۔ تو آگے چل کر ہزاروں روپیہ کمانے کے بعد بھی فضول خرچی ہی کرتے رہو گے۔ اور ہمیشہ قرضہ دار رہو گے۔ قرض ایسی بری چیز ہے۔ کہ

Marfat.com

آدمی کی غیرت کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ اس پر تباہی آجاتی ہے۔ پھر دوسروں کا محتاج ہونا پڑتا ہے۔

خواہ مخواہ خرچ کرنے کی ضرورت کو پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔ جہاں تک ہو سکے اپنی ضرورت کو ٹال جاؤ۔ یہ خوب یاد رکھو۔ کہ اللہ کریم تمہیں جو کچھ دیتے ہیں۔ وہ صرف تمہارے ہی لیے نہیں دیتے۔ کہ چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو۔ مگر تم خرچ کر ڈالو۔ اللہ کریم تو اس لیے دیتے ہیں کہ دیکھیں تم صرف اپنی ہی ضرورت پوری کرتے ہو یا کسی دوسرے بھائی کی ضرورت کا بھی خیال رکھتے ہو۔ اگر تم صرف اپنی ہی ضرورتیں پوری کرتے رہو۔ تو دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورتوں کا تمہیں کب خیال ہوگا۔ اور اگر خیال ہو بھی تو تم اس کو پورا کس طرح کر سکو گے؟ تم دوسروں کی ضرورت اسی وقت پوری کر سکتے ہو جب اپنی کچھ ضرورتوں کو قربان کرو۔ جو آدمی بے ضرورت خرچ کرنے کی خواہش کو نہ روک سکے۔ وہ ضرورت مندوں کے لیے اپنی کسی ضرورت کو کیا قربان کر سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اللہ کریم نے قرآن مجید میں فضول خرچ لوگوں کو شیطان کا بھائی کہا ہے[1]۔ اب تم خود فیصلہ کر لو۔ کہ اچھے انسانوں کا بھائی بننا پسند کرو گے۔ یا شیطان کا بھائی بننا؟

ا۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ (فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں۔)
(سورۃ بنی اسرائیل ۱۷: آیت: ۲۷)

Marfat.com

تندرستی کا خیال رکھنا

اللہ نہ کرے کہ تم کبھی بیمار پڑو۔ بیماری صرف بیمار ہی کو پریشان نہیں کرتی۔ سارے گھر کو دوستوں کو محلے والوں کو بھی پریشانی میں ڈال دیتی ہے۔

جو لوگ خود بیمار ہوئے ہیں۔ یا کسی بیمار کو دیکھ چکے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ بیماری اپنے لیے اور دوسروں کے لیے کیسی تکلیف کی چیز ہے۔ اس لیے تندرستی کی بڑی قدر کرنی چاہئے۔

بات یہ ہے کہ اللہ کریم کی دی ہوئی نعمت جب تک حاصل رہے۔ اس کی زیادہ قدر نہیں ہوتی۔ لیکن جب وہ نعمت کچھ دیر کے لیے چھن جائے تو پھر اس کی بڑی قدر ہونے لگتی ہے۔

دیکھو جب تک کسی لڑکے کی تندرستی ٹھیک رہتی ہے۔ وہ اسکول جاتا ہے۔ سیر کرتا ہے۔ جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔ کھیلتا ہے۔ اپنے دوستوں سے ملتا ہے۔ آرام سے سوتا ہے۔ غرض سارے کام بڑی اچھی طرح کرتا رہتا ہے۔

لیکن جہاں پاؤں میں ایک پھوڑا نکلا۔ اور سارے کام خراب ہوئے۔ اب چلنا پھرنا مشکل اسکول نہیں جا سکتا۔ اور وہاں غیر حاضری لگتی ہے۔ دوستوں کے ساتھ سیر کو نہیں جا سکتا۔ کھیلنے کو دل چاہتا ہے مگر کھیل نہیں سکتا۔ بس بستر پر پڑا کراہ رہا ہے۔ نیند آتی ہے مگر تکلیف کی وجہ سے سو نہیں سکتا۔

پھر یہ بے چینی صرف اپنے آپ کو ہی نہیں ہوتی۔ گھر کے سب لوگ بے چین رہتے ہیں۔ نہ ان کا کھانے پینے کو جی چاہے نہ کسی اور کام میں دل لگے۔ بیمار کے

Marfat.com

ساتھ ان کی نیند اور ان کا چین بھی اُڑ جاتا ہے۔ پھر جو محلے والے یا دوسرے دوست ہوتے ہیں۔ ان کو بھی بیماری کا حال سن کر بے چینی ہوتی ہے۔

جن پیسوں سے اس کے کھلونے، اچھی اچھی کتابیں اور دوسری ضرورت کی چیزیں آ سکتی تھیں۔ وہ پیسے دوا علاج میں ختم ہو جاتے ہیں۔

پھر ایک اور تکلیف یہ ہوتی ہے کہ اس پھوڑے کو چیرا دیا جاتا ہے تو بیمار چیخ چیخ کر سارا گھر سر پر اٹھا لیتا ہے۔ اس کے رونے چلانے سے دوسرے لوگ بھی رونے لگتے ہیں۔

تم نے دیکھا یہ ساری خرابیاں پریشانیاں کیوں پیدا ہوئیں؟ صرف ایک پھوڑے کے نکلنے سے اگر پھوڑا نہ نکلتا تو سب لوگ مزے سے ویسے ہی اپنا وقت گزارتے۔

یہ مصیبتیں صرف ایک پھوڑا نکلنے سے ہی نہیں پیدا ہوتیں۔ ہر بیماری کا یہی حال ہے کہ کسی میں کم کسی میں زیادہ، پھر سوچو کہ کیا بیمار ہونا اور اپنی تندرستی کو خراب کرنا کوئی اچھی بات ہے؟

تم کہو گے کہ بیماری کو ہم تھوڑا ہی لاتے ہیں۔ یہ تو خود بخود آ جاتی ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ بہت سی بیماریاں انسان خود ہی لاتا ہے۔

جانتے ہو بیماریاں کیوں آتی ہیں؟ آؤ ہم تمہیں کچھ باتیں بتائیں۔

''وقت کی پابندی'' والے سبق میں تمہیں بتایا گیا ہے کہ بہت سی بیماریاں اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ کاموں کو ٹھیک وقت پر نہیں کیا جاتا۔

اگر کوئی شخص کھانے کے وقت سو جائے اور سونے کے وقت سیر کرے اور کسی کام میں وقت کی پابندی نہ کرے تو اس کی تندرستی ٹھیک نہیں رہتی۔

اس لیے پہلا کام تو یہ کرو کہ چوبیس گھنٹے کا ایک اوقات نامہ یعنی ٹائم ٹیبل بنا لو

کہ اتنے بجے سو کو اٹھیں گے۔ پھر فلاں وقت فلاں کام کریں گے۔ اس ٹائم ٹیبل کی پوری پابندی کرو اور جب تک کوئی سخت ضرورت نہ پڑے۔ اس کو نہ بدلو۔

تندرستی کے لیے دوسرا کام یہ کرو کہ بالکل پیٹ بھر کبھی نہ کھاؤ۔ ساری بیماریاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب خوب بھوک لگے تو کھاؤ۔ اور پیٹ میں ابھی جگہ باقی ہی رہے تو کھانا چھوڑ دو۔ اس پر عمل کرو گے۔ تو تمہاری تندرستی اچھی رہے گی اور بیمار نہ پڑو گے۔

تیسری بات یہ یاد رکھو کہ بیماریاں گندگی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اپنی ہر چیز صاف ستھری رکھو۔ گھر اور اس کی نالیوں میں کوڑا کرکٹ جمع نہ ہونے دو۔ کمرے میں صفائی رکھو۔ اپنے بدن اور سر کے بالوں اور ناخنوں کو میل کچیل سے پاک رکھو۔ لباس بھی گندہ نہ پہنا کرو۔ سڑی گلی اور باسی چیزیں نہ کھایا کرو۔ مکھیوں اور مچھروں سے بچتے رہو۔ غرض صفائی ستھرائی کا ہمیشہ پورا خیال رکھو گے۔ تو بیماری تمہارے پاس نہ پھٹکنے پائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے جو وضو کا حکم دیا ہے۔ وہ اسی لیے دیا ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ناک منہ، چہرے، بالوں اور ہاتھ پاؤں کی صفائی ہوتی رہے۔ اللہ کریم صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ (۱)

صفائی ستھرائی کی ایک اور ضروری بات بھی یاد رکھو، مکان، لباس اور کھانے وغیرہ کی صفائی ستھرائی تو ضروری چیز ہے ہی۔ دل اور خیال کی صفائی بھی بہت ضروری ہے۔ جن لوگوں کے خیال اچھے نہیں ہوتے ان کی روح اور بدن دونوں بیمار ہو جاتے ہیں۔

دل کی صفائی کا مطلب یہ ہے کہ بے ضرورت غصے سے، حسد سے، بدگمانی سے اور سب طرح کے برے خیالوں سے اپنے دل کو پاک رکھنے کی کوشش کرو اور جہاں

۱۔ و اللّٰہ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ (اللہ صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔) (سورۃ التوبہ ۹: آیت: ۱۰۸)

Marfat.com

تک ہو سکے اپنے دل کو خوش رکھو۔ اگر کبھی امتحان میں فیل ہو جاؤ۔ جب بھی رو رو کر برا حال نہ کرو۔

ہر روز کچھ ورزش بھی کر لیا کرو۔ یا ایسے کھیل کھیلا کرو۔ جس سے تمہارا دل بھی خوش ہو۔ اور ورزش بھی ہو جائے۔ تمہارے ماں باپ یا استاد اور دوسرے بڑے لوگ بھی تندرستی کی باتیں تمہیں بتاتے رہتے ہیں۔ ان پر عمل کیا کرو۔ یہ ہے تندرست رہنے کا طریقہ۔

Marfat.com

جانوروں کو ستانا

دیکھو۔اگر تمہارے سامنے کھونٹے سے ایک بیل بندھا ہو۔اور تم سے پوچھا جائے کہ کھونٹے اور بیل میں جاندار کون ہے اور بے جان کون؟ تو تم بول اٹھو گے۔کہ کھونٹا بے جان ہے۔اور بیل جاندار۔

تمہارا جواب بالکل ٹھیک ہے۔مگر یہ بتاؤ۔تم نے کیسے سمجھ لیا کہ کھونٹا بے جان اور بیل جاندار ہے؟تم یہی کہو گے۔کہ کھونٹا کوئی کام اپنے ارادے سے نہیں کرتا۔اور بیل اپنی خواہش سے چلتا پھرتا بھی ہے۔کھاتا پیتا بھی ہے۔بولتا بھی ہے۔اپنے دشمن کو سینگ سے مارتا بھی ہے اگر اس بیل کو تم ڈنڈے سے مارنا شروع کرو۔تو وہ سینگ مارے گا یا چلائے گا یا بھاگے گا۔

وہ ایسا کیوں کرتا ہے؟اس لیے کہ وہ جاندار ہے۔اگر تم کھونٹے پر ڈنڈے برساؤ۔تو نہ وہ تمہیں مارنے دوڑے گا۔اور نہ بھاگنے کی کوشش کرے گا۔کیوں؟اس لیے کہ وہ بے جان ہے۔

ہر جاندار کو بھی اسی طرح تکلیف ہوتی ہے۔جس طرح خود تمہیں ہوتی ہے۔اگر تمہیں کوئی مارے۔یا تمہیں ستائے۔تو تم اس کا مقابلہ کرو گے۔یا بھاگنے کی کوشش کرو گے۔نہیں تو رونے چلانے لگو گے۔

تم ایسا کیوں کرتے ہو؟۔

اس لیے کہ تم جاندار ہو۔ستانے سے اسی کو تکلیف ہوتی ہے۔جس میں جان

Marfat.com

ہوتی ہے۔

اب تم سمجھ گئے ہو گے۔کہ ستانے سے جس طرح تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔اسی طرح جانورں کو بھی ہوتی ہے۔فرق صرف اتنا ہے۔تم بات چیت کر کے اپنی تکلیف بتا دیتے ہو۔اور جانور نہیں بتا سکتے۔تمہارے پاس جان بھی ہے اور زبان بھی ہے۔مگر جانورں کے پاس جان تو ہے۔مگر زبان نہیں۔بے زبان جانور کسی کے پاس ستانے والے کی شکایت نہیں کر سکتا۔بس وہ صبر کرتا ہے یا چیختا چلاتا ہے۔

تمہارے گھر کوئی کتا، بلی، خرگوش، مرغی، گھوڑا، بھینس، بکری یا اور کوئی جانور ہو۔تو اسے وقت پر کھانا دانا دیا کرو۔گرمی سردی سے بچایا کرو۔اس سے محبت کیا کرو۔مگر اسے کبھی ستایا نہ کرو۔

جس طرح کسی آدمی کو ستانا ظلم ہے۔اسی طرح کسی جانور کو تکلیف دینا ظلم ہے۔آدمی پر ظلم ہو تو وہ کسی بڑے آدمی کے پاس جا کر شکایت کرتا ہے۔لیکن جانور کسی آدمی کے پاس جا کر شکایت نہیں کر سکتا۔وہ اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتا ہے۔پھر اللہ کریم ہی اس ظالم کو سزا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کا ظلم ناپسند ہے [1] اس لیے کسی جاندار پر ظلم کرنا یا اسے ستانا بڑا گناہ ہے۔چاہے آدمی کو ستایا جائے یا جانور کو۔دونوں ایک جیسا ظلم ہے۔جانور کو ستانا یا اسے تکلیف دینا اس لیے بھی برا ہے کہ اس سے خود ستانے والے کو نقصان ہوتا ہے۔

دیکھو اگر مرغی کو ستاؤ گے۔تو وہ بیمار ہو جائے گی۔اور انڈے نہیں دے گی۔بکری کو ستاؤ گے۔تو وہ بیمار ہو کر دودھ دینا چھوڑ دے گی۔گھوڑے کو ستاؤ گے

۱۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (یعنی اللہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔) (سورۃ بقرہ ۲: آیت ۵۷)

تو وہ کمزور ہو جائے گا۔اور تمہاری سواری کے کام نہ آسکے گا۔اسی طرح دیکھو۔بلی کو جب زیادہ ستایا جاتا ہے۔تو وہ منہ نوچ لیتی ہے۔کتے کو ستایا جائے۔تو وہ کاٹ کھاتا ہے۔خرگوش کو تکلیف دی جائے۔تو وہ مر جاتا ہے۔

تم نے دیکھ لیا۔کہ جانور کو ستانے سے ہر طرح پر اپنا ہی کچھ نہ کچھ نقصان ہوتا ہے۔اس لیے آج سے یہ عہد کرلو۔کہ کبھی کسی کو نہیں ستاؤ گے۔اور جو جانور بھی تمہارے گھر میں یا دوسرے کے گھر میں ہوگا۔اس سے رحم کا برتاؤ اور محبت کرو گے۔

Marfat.com

چغلی

تم ہر روز کھانا کھتے ہو۔کھانے میں کئی چیزیں ہوتی ہیں۔کچھ چیزیں شوق سے کھاتے ہو۔اور کچھ معمولی رغبت سے۔اور کچھ چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کا کھانا تم پسند نہیں کرتے۔

اگر اچھا چٹ پٹا اور مزے دار گوشت ملے۔تو تم بڑے شوق سے کھاؤ گے۔لیکن اگر تم سے کوئی یہ کہہ دے۔کہ یہ گوشت بڑا ہی مزے دار پکا ہوا ہے مگر ہے مرے ہوئے آدمی کا گوشت۔تو تم چیخ اٹھو گے۔کہ ارے توبہ یہ ظلم کس نے کیا؟ آدمی کا گوشت تو بالکل حرام ہے۔ایک تو آدمی۔اور وہ بھی مردار: توبہ توبہ: جس آدمی نے مرے ہوئے انسان کا گوشت پکایا ہے۔اسے سخت سے سخت سزا دینی چاہیے۔کیونکہ یہ کام انسان کی آبرو اور عزت کے خلاف ہے۔اگر جلد سے جلد اس کی روک تھام نہ کی گئی۔تو دوسرے لوگ بھی مردہ انسانوں کو کھانا شروع کر دیں گے۔بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو مار کر چٹ کرنے لگیں گے۔اور تھوڑے ہی دنوں میں انسانی آبادی ختم ہو جائے گی۔

غرض کسی آدمی کی جان لینا یا مرے ہوئے آدمی کا گوشت کھانا اتنی بری بات ہے۔جس سے بڑھ کر شاید اور کوئی بری بات نہیں۔سارے انسان بھائی بھائی ہیں۔اور ہر آدمی کی عزت اور احترام انسان پر فرض ہے۔

اچھا اب آؤ تمہیں ایک عجیب بات بتائیں۔اسے سن کر تمہیں افسوس بھی ہو گا

اور حیرانی بھی۔

ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو ہر روز اپنے کسی بھائی کا گوشت کھاتے رہتے ہیں۔

تم پوچھو گے کہ بھلا ایسا برا کام کون کرتا ہے؟۔

آؤ ہم بتائیں۔ کہ یہ بری حرکت بہت سے لوگ کرتے رہتے ہیں۔

وہ کیسے؟

وہ اس طرح کہ وہ کسی نہ کسی کی چغلی کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ''دیکھو تم ایک دوسرے کی چغلی نہ کھاؤ۔ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھاؤ۔ جس سے تمہیں گھن آتی ہے۔'' (۱)

تم نے دیکھا اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کسی کی چغلی کھانا ایسا ہی ہے جیسے کسی مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا۔ کیسی سچی مثال ہے۔ انسان مر جائے تو اسے عزت واحترام کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی دفن کرنے کی بجائے اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھانا شروع کر دے تو یہ مردے کی بے حرمتی اور بے عزتی ہوگی۔ یوں ہی سمجھو کہ جس کی چغلی کھائی جاتی ہے۔ اس کی بے عزتی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔

چغلی اور غیبت ایک ہی چیز ہے۔ اس کا مطلب ہے کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا۔ یہ بڑی بری عادت ہے۔

اگر کسی میں کوئی برائی ہو تو اس کو دور کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہیے لیکن اس کا طریقہ ہے کہ خود اسی آدمی سے بڑی ہمدردی اور شرافت کے ساتھ تنہائی میں کہا جائے کہ تم میں اگر یہ برائی ہے تو اسے چھوڑ دو۔ اس سے یہ یہ نقصان

ہوتے ہیں۔

اس طرح تو امید ہوسکتی ہے کہ وہ برائی کو چھوڑ دے۔لیکن اس کی اس برائی کا ذکر دوسرے سے کرنے کا کیا فائدہ ؟ اس سے تو اس کی کوئی بری عادت نہیں چھوٹ سکتی۔

ہاں یہ ہوگا کہ جس کے سامنے اس کی چغلی کر رہے ہو وہ بدگمان ہو جائے گا۔ اس آدمی سے بھی بدگمان ہوگا۔ جس کی تم برائی کر رہے ہو اور تم سے بھی بدگمان ہوگا۔ کہ تم چغلی کھا رہے ہو اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ چغلی ایک بڑا گناہ ہے۔ گناہ بھی ایسا گویا مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا۔

چغلی کھانے میں ایک بڑا نقصان یہ بھی ہے کہ جس برائی کی چغلی کھائی جاتی ہے۔ اگر وہ غلط ثابت ہو تو خود اپنا اعتبار جاتا رہتا ہے۔لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ آدمی یوں ہی غلط سلط باتیں کہا کرتا ہے۔ پھر اگر وہ سچی بات بھی کہے تو لوگ اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

تم جانتے ہو چغلی کیوں کھائی جاتی ہے؟

ایک وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ کچھ لوگوں کو دوسروں کی برائی کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔صرف اسی مزے کے لیے وہ انسان کا گوشت کھاتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کو کسی سے دشمنی ہوتی ہے اور اس کو بے وجہ جھوٹ سچ بدنام کرنے کے لیے چغلی کھاتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ کچھ لوگوں کو دوسروں کی برائی سننے میں مزہ آتا ہے اور ان ہی کو خوش کرنے کے لیے چغلی کھائی جاتی ہے۔

یاد رکھو! آدمی کا گوشت کھانا ہر حال میں برا ہے۔ چاہے اپنے مزے کے

Marfat.com

لیے ہو یا دوسروں کو خوش کرنے کے لیے ہو یا اپنی دشمنی نکالنے کے لیے۔

جب تمہاری زبان سے کسی کی چغلی ہونے لگی تو اسی وقت اپنی زبان کو بند کر لو۔ بس یہ سمجھ لو کہ جس آدمی کی چغلی ہوگی۔ یہ اس آدمی کا گوشت ہوگا۔ جس کو کھانا کسی اچھے آدمی کا کام نہیں۔ آج تم کسی کا گوشت کھاؤ گے تو کل کوئی تمہارا بھی گوشت کھا لے گا۔ جب تم اپنا گوشت کھلانا پسند نہیں کرتے تو دوسرے بھائی کا گوشت کیوں کھاؤ؟

Marfat.com

انسانی عظمت

دنیا میں جتنی قومیں ہیں ان میں ہر ایک قوم کا ایک خاص طرزِ زندگی ہے۔ ایک مخصوص انداز ہے جس کے مطابق ہر قوم اپنی زندگی گزارتی ہے۔ زندگی گزارنے کے جتنے طریقے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک طریقہ وہ ہے جو انسان نے خود ایجاد کیا ہے اور دوسرا وہ ہے جو خالق کائنات نے دیا ہے۔ اللہ نے جو طریقہ زندگی گزارنے کا بتایا ہے اسی کا نام اسلام ہے۔ انسان کا وجود جب سے ہوا ہے تب ہی سے اسلام بھی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے پیغمبر رسول اور نبی بھیجے وہ سب کے سب اسلام ہی لے کر آئے تھے۔ سب کا دین اور سب کا مشن ایک ہی تھا۔ یعنی اللہ ہی کی ہدایات کے مطابق اپنی زندگیاں بناؤ۔ ہر پیغمبر اپنی اپنی قوم کے لیے وقتی ضرورتوں کے مطابق خدائی احکام لاتا رہا اور آخر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اللہ کا عطا کیا ہوا ایک ایسا اصول زندگی دے گئے جو ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے کافی ہو، اور آئندہ کسی پیغمبر یا کسی دین کی ضرورت نہ رہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین اسلام دراصل اسلام کا آخری اور مکمل ایڈیشن ہے۔ اب ہم جہاں اسلام کا لفظ بولیں تو اس سے وہی اسلام سمجھنا چاہیے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

اسلام میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے انسان کا رتبہ ساری کائنات سے زیادہ بلند کیا ہے۔ اس نے بتایا کہ ولقد کرمنا بنی آدم (ہم نے انسانوں کو بزرگی و برتری عطا کی ہے)۔ یعنی تمام مخلوقات میں انسان کا درجہ سب

Marfat.com

سے بلند ہے۔انسان جب اپنی عظمت کو نہیں سمجھتا تو دوسری مخلوقات کو اپنے آپ سے برتر سمجھنے لگتا ہے تو پھر اپنا سر کبھی جانوروں (مثلاً گائے) کے آگے جھکاتا ہے اور کبھی درخت (مثلاً پیپل) کے آگے جھکتا ہے۔کبھی اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی مورتیوں کو سجدہ کرتا ہے اور کبھی ان دیکھے جنوں اور فرشتوں کو اپنا حاجت روا سمجھتا ہے۔کبھی سورج اور چاند کو اپنا دیوتا یقین کرتا ہے اور کبھی دریاؤں اور پہاڑوں کو اپنا خدا بنالیتا ہے۔وہی انسان جب اپنی ہستی کی قدر و قیمت کو پہچان لیتا ہے تو ساری مخلوقات کو اپنا خادم سمجھنے لگتا ہے۔وہ قرآن کے اس فرمان کو دیکھتا ہے کہ:

سخرلکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعا منه. سورۃ الجاثیہ آیت نمبر 13
اللہ نے زمین وآسمان کی ساری مخلوقات کو تمہارے لیے مسخر کردیا ہے۔

یہ ساری چیزیں انسان کے فائدے کے لیے بنائی گئی ہیں اور یہ سب انسان کی خدمت گزار ہیں۔یہ انسان سے برتر یا معبود نہیں۔فرشتوں تک نے آدم کو سجدہ کیا ہے۔فسجد الملئکة کلهم اجمعوْن۔ (سارے فرشتے آدم کے آگے سجدہ ریز ہوگئے)۔یہ حقیقت سمجھ لینے کے بعد پھر کوئی انسان کسی چیز کو اپنا معبود نہیں سمجھ سکتا حتیٰ کہ پیغمبروں کو بھی اپنا خدا یا خدا کا رشتہ دار نہیں سمجھتا بلکہ ان کو اعلیٰ درجے کا انسان ہی سمجھتا ہے۔غرض انسان اپنی عظمت کو جان لینے کے بعد صرف اللہ ہی کو اپنا الٰہ اور معبود یقین کرتا ہے۔اسی کی عبادت کرتا ہے۔اسی کے آگے سر جھکاتا اور اسی کو اپنا حاجت روا سمجھتا ہے۔جن چیزوں کو لوگ اپنا معبود بناتے ہیں ان کو انسان اپنا خادم بنالیتا ہے۔وہ دریاؤں کا رخ موڑ دیتا ہے۔ان پر بند باندھتا ہے اور اس کے پانی سے اپنی کھیتیاں سیراب کرتا ہے۔جس بجلی سے ڈر کر لوگ اسے دیوتا بنا لیتے ہیں ان کو انسان گرفتار کر کے اس سے قمقمے روشن کراتا ہے۔پنکھے چلواتا ہے اور مشین چلانے کا کام لیتا ہے۔پہاڑوں کو توڑ کر ان سے محل تعمیر کرتا ہے۔درختوں کو کاٹ کر اپنے لیے فرنیچر تیار کرتا ہے۔چاند کے سینے پر اپنا قدم رکھتا ہے اور وہاں

سورۃ الحجر آیت نمبر 30

سے پتھر اٹھا کر لے آتا ہے۔ جانوروں کے گوشت کو کام میں لاتا ہے اور ان کی کھالوں سے جوتے بناتا ہے۔ اگر انسان ان چیزوں کو اپنے سے برتر یا اپنا معبود سمجھتا تو اتنے مفید کام کیسے کرسکتا؟ یہ ساری برکتیں قرآن کی وجہ سے ہیں جس نے بتایا کہ انسان تمام مخلوقات سے افضل و برتر ہے اور کوئی مخلوق اس سے زیادہ قابل احترام نہیں۔ ساری مخلوق اس کی خادم ہے اور معبود صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جس کتاب نے ہم انسانوں کو یہ عظمت و بزرگی عطا کر کے ہمارے ذہن کو ایسی بلندی عطا کی اس کے مطابق ہمیں ہمیشہ زندگی گزارنا چاہیے۔

Marfat.com

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

وہی دوست ہے خالق دوسرا کا
خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

عمل جن کا ہے اس کلام متیں پر
وہ سرسبز ہیں آج روئے زمیں پر

تفوق ہے ان کو کہیں و مہیں پر
مدار آدمیت کا ہے اب انہیں پر

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے
وہ لے جا کے 'کچھ' اہل مغرب نے جوڑے

Marfat.com

عقل ودانائی کی ترغیب

یہ بھی اسلام کی بڑی نمایاں خصوصیت ہے کہ اس نے عقل اور دانائی سے کام لینے پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ قرآن نے تو بار بار توجہ دلائی ہے کہ عقل و دانائی کو کام میں لاؤ اور غور وفکر سے کام لو۔ اس نے خدائے رحمان کے بندوں کی بہت سی صفتیں بتائی ہیں اور ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ **والذین اذا ذکروا بایت ربهم لم یخروا علیها صما وعمیانا** (الفرقان ۲۵/۷۳) (جب انہیں رب کی آیات سے نصیحت جاتی ہے تو وہ بہرے اندھے بن کر ان پر نہیں گر پڑتے) مطلب یہ ہے کہ آیات پر بے سمجھے بوجھے نہیں گر پڑتے بلکہ سمجھ بوجھ اور غور وفکر سے کام لیتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا: **وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیرہ** (الملک : ۱۰.۶۷) (جہنمی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو ہم جہنمی نہ بنتے) غرض اس طرح کی بے شمار آیات ہیں جن میں ہر موقعے پر عقل وفہم اور غور وفکر سے کام لینے پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اسلام ہمیں دنیا میں بے عقلوں اور بے وقوفوں کی زندگی بسر کرنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ ہماری عقلوں کو زیادہ سے زیادہ روشن کرنا چاہتا ہے کیوں کہ اسلامی احکام کی حکمت کو ہم عقل ہی کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں اور دوسروں کو بھی سمجھا سکتے ہیں۔ اگر کسی اسلامی حکم کی مصلحت کسی وقت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو وہ ہماری عقل کا قصور ہوگا۔ ایسے موقع پر لگا تار غور وفکر کرتے رہنا چاہیے۔ غور وفکر ہی سے عقل کے دروازے کھلتے ہیں اور ہر مشکل کا حل عقل و دانائی ہی کے ذریعے نکلتا

Marfat.com

ہے۔ اسلام بے عقلی کی اندھی پیروی کو پسند نہیں کرتا۔ اس نے جتنے احکام دیے ہیں وہ سب عقل اور عدل کے مطابق ہیں اور ان کی حکمت و مصلحت کو غور و فکر ہی کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔ دانائی جیسی نعمت کا درجہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ: ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا (البقرہ:۲۔۲۶۹) (جسے دانائی عطا ہوئی اسے بڑی نعمت مل گئی)

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان اور دوسرے جانوروں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ جانور میں محدود عقل ہوتی ہے۔ اس میں کوئی اضافہ یا ترقی نہیں ہوتی۔ جس جانور کا جو رہن سہن آج سے لاکھوں سال پہلے تھا وہی آج بھی ہے۔ اس میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ جتنی کچھ عقل پہلے تھی اتنی ہی اب بھی ہے۔ اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ لیکن انسان ٹھوکریں کھانے کے باوجود اپنی ہر چیز میں ہر آئے دن ترقی کی طرف بڑھتا جارہا ہے اور اس کی عقل میں ہر آن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ پس انسان کے لیے دین بھی وہی مفید ہوسکتا ہے جو اس کو عقلی ترقی دیتا رہے اور ساتھ ہی عقل کو غلط راستے پر جانے سے بچاتا رہے۔ یہ خوبی دین اسلام ہی میں پائی جاتی ہے۔

Marfat.com

احترامِ انسان

اسلام کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام تعلیمات کی بنیاد اخلاقی تعلیم پر رکھی گئی ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ کوئی کام کسی لالچ سے کیا جائے یا کسی خوف سے کوئی کام ترک کیا جائے۔ وہ جس بات کو اپنے لیے پسند نہیں کرتا دوسروں کے لیے بھی اسے پسند نہ کرے اور دوسروں کے لیے وہی پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اخلاق کی تعلیم تمام دوسرے مذہبوں نے بھی دی ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اس نے ان تمام اخلاقی تعلیمات کو اپنے اندر سمو لیا ہے جو دوسرے مذہبوں نے الگ الگ دی تھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ انسان اور حیوان میں فرق پیدا کرنے والی چیز ہی صرف اخلاقی زندگی ہے۔ اگر انسان ہو کر بھی کوئی صرف اپنی اور اپنے بال بچوں کی فکر کرے اور دوسروں کی بھلائی کی فکر نہ کرے تو عام حیوانوں پر اسے کوئی برتری حاصل نہ ہوگی کیوں کہ اپنی اور بچوں کی فکر تو عام جانور بھی کر لیتے ہیں۔ ایک اچھے اخلاق کا انسان خود بھوکا رہ کر پڑوسی کا پیٹ بھر دیتا ہے لیکن جانور اپنے پڑوسی جانور کے لیے یہ ایثار نہیں کرتا بلکہ دوسرے جانور کے منہ سے اس کا لقمہ چھین لیتا ہے۔ ایسے ہی موقعوں پر انسان اور جانور کا فرق نظر آ جاتا ہے۔

ہمیں اسلام نے تعلیم دی ہے کہ تمام انسان ایک ہی خاندان کے افراد ہیں اور ان سب کا احترام یکساں ضروری ہے۔ انسان خواہ کسی ملک کا رہنے والا ہو، کوئی سی زبان بولتا ہو، کسی خاندان کا ہو، اس کا رنگ کیسا ہی ہو، وہ کوئی سا جائز پیشہ

Marfat.com

اختیار کرے، وہ بہر حال انسان ہے اور تمام انسانی حقوق میں دوسرے انسانوں کے برابر ہے۔ یہاں نہ کسی دولت مند کی کوئی رعایت ہے نہ کسی اونچے خاندان کی۔ نہ گورے اور کالے کا فرق ہے نہ عربی و عجمی کی تمیز۔ مجرم کوئی ہو اسے سزا دی جائے گی۔ اور تقویٰ جس میں زیادہ ہوگا وہی اللہ کی نگاہ میں زیادہ قابل احترام ہو گا۔ اسلام میں انسانی زندگی کی قدر و قیمت یہ ہے کہ بلا وجہ اگر کسی ایک انسان کی جان لی جائے تو وہ ساری انسانی آبادی کے قتل کے برابر ہے اور کسی ایک انسان کی جان بچانا ساری انسانی برادری کی جان بچانے کے برابر ہے۔

اسلام میں کسی غیر مسلم پر زبردستی اسلام ٹھونسنے کی اجازت نہیں۔ قرآنی ارشاد ہے: لا اکراہ فی الدین ۔ دین میں کوئی دباؤ یا زبردستی نہیں۔ مسلمان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی دباؤ کے بغیر اپنی خوش دلی سے اسلام کو قبول کر لیا جائے۔ جو اسلام کو اپنی رضا کارانہ خوش دلی سے قبول کرے گا وہ اسلام کے عام حکموں پر خوش دلی ہی سے عمل کرے گا۔ اور جو دباؤ سے مجبور ہو کر زبردستی مسلمان بنایا جائے گا وہ دل سے کبھی اسلام کا دوست نہیں ہوگا۔ اس لیے اسلام میں ایسے دباؤ کو روا نہیں رکھا گیا ہے۔ جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین رکھتا ہے اسلامی مملکت میں اس غیر مسلم کی جان، مال، آبرو، مذہبی رسوم اور عبادت گاہ کی بھی حفاظت کی جائے گی۔ اس کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اس کے ساتھ وہی انصاف ہوگا جو دوسرے تمام شہریوں کے ساتھ ہوگا۔

Marfat.com

جہالت کے شعلے کو خاموش کردو

کسی نے یہ اک مردِ دانا سے پوچھا کہ "نعمت ہے دنیا میں سب سے بڑی کیا؟"
کہا "عقل جس سے ملے دین و دنیا" کہا "گر نہ ہو اس سے انساں کو بہرا"
کہا "پھر اہم سب سے علم و ہنر ہے
کہ جو باعثِ افتخارِ بشر ہے"
کہا "گر نہ ہو یہ بھی اس کو میسر" کہا "مال و دولت ہے، پھر سب سے بڑھ کر"
کہا "در ہو یہ بھی اگر بند اس پر" کہا "اس پہ بجلی کا گرنا ہے بہتر
وہ ننگِ بشر تا کہ ذلت سے چھوٹے
خلائق سب اس کی نحوست سے چھوٹے"
رہو گے یونہی فارغ البال کب تک نہ بدلو گے یہ چال اور ڈھال کب تک
رہے گی نئی پود پامال کب تک نہ چھوڑو گے تم بھیڑیا چال کب تک
بس اگلے فسانے فراموش کردو
'جہالت' کے شعلے کو خاموش کر دو

Marfat.com

Marfat.com

قرآن کی فریاد

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے، اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے، خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جیسے کسی طوطے مینا کو، کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں، اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول وقسم لینے کے لیے، تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے، ہاتھوں میں اُٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں، آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو اک اک مجلس میں، پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے محبت کے دعوے، قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں، ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں میرا ذکر نہیں، کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا

297.104 ف 19 ق
63528-U-67

Marfat.com

کہہ دیجئے کیا برابر ہیں وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے؟ (القرآن)

قرآن کا پیغام بچوں کے نام

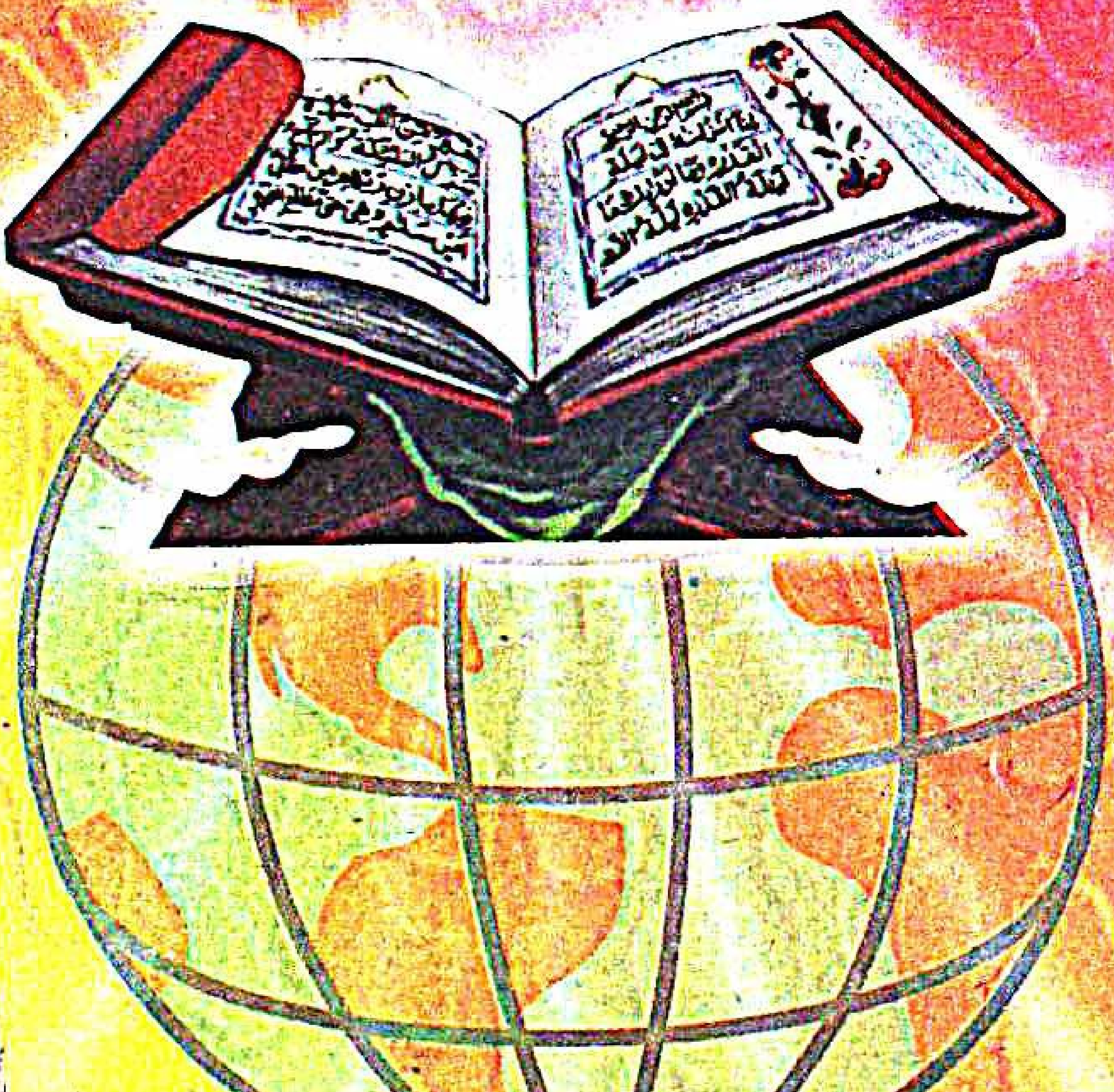

محمد علی فارق

Q
297.
19 ق
635

مکتبہ اخوت

Marfat.com